نحمده على طبع هذه الرسالة المرضية على حرمة الغناء وسماعه وبيعه التجنب الموسيقى با

تفقهوا ايها الاخوان ولا تعجلوا فان التعجيل من الشيطان

حسب فرمایش جناب مولوی مستفیض الرحمن خان صاحب ایم اے ڈپٹی مجسٹریٹ ضلع چاٹگام

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ ٹھاکر داس صاحب چھپا

بار اول — سنہ ۱۹۱۸ء — تعداد طبع چھ سو

بدکلامی بکلامِ قدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا آدم فی الکون ولا ابلیس　　لا ملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنی　　یا من ھو للقلوب مقناطیس

الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بنور معرفتہ۔ وشرف آدم بسجود التحیۃ علی ملئکتہ والصلوۃ علی من کان سببا لایجاد الدنیا والاخرۃ وعلی آلہ وصحبہ واھل بیتہ الطاھرۃ والسلام علی من قال قدمی علی رقبۃ کل ولی وولیۃ۔ من ابی قدمہ صار من الاشقیاء الابدیہ۔ ثم قال بشفاعتہ السعادۃ الشیخ ابن اللہ وعلی الشیخ محی شانہ عند اللہ المولی اعلی من عرشہ المجید اولی۔ لم یعرفہ احد فی قلبہ زیغ وعناد الا من کان علی الھدایۃ والرشاد ۵

نیست در خیل بتان مثل تو شاہے عجبے　　بر فلک نیست چو رخسار تو ماہے عجبے

امابعد حقیر سراپا تقصیر سید احمد حفظہ اللہ تعالی عن شر کل حاسد اذا حسد حنفی مذہبا قادری طریقتا۔ ابوالعلائی مشربا۔ جہانگیری نسبتاً عرض کرتا ہے کہ فی زماننا تالیف تصنیف کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا ہے۔ کہ بعض فرقے کے تقلیدی ایمان والے حضرات بھی اپنے خوشنما اعتقاد سے چند ورق بلا تحقیق الٹے سیدھے سیاہ کرنے کے ساتھ ساتھ تحقیقی ایاغذار اولیائے کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی شان مقدس میں گستاخانہ کلمات لکھ کر سیدھے چھاپہ خانے بھیج دیتے ہیں۔ اور بمضمون (لہو لگا کر شہیدوں میں داخل) اپنے کو مصنفین میں گن لیتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر عوام کے دلوں میں برگزیدگان خدا کی طرف سے ایک قسم کی کاوش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ کے لیئے انکی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اسکا سبب یہ ہے کہ اس زمانے کے علماء سے اشرف العلوم علم تصوف معدوم تحقیق روپوش۔ چند درسی مروجہ کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کا سلیقہ آجانے پھر ملازمت بھی سونے پر سہاگہ ہو کر مل جانے سے سمجھ لیتے ہیں کہ ہم ہی ہم ہیں۔ عوام الناس بالخصوص اپنے عقیدتمندوں میں شان علمی کو بلند رکھنے کے خیال سے اپنی غلطی کی تصدیق ہو جانے پر بھی ہٹ سے باز نہیں آتے اسلیئے ان ہی میں فساد زیادہ ہے اور وہ مبغوض الخلایق ہیں۔ قال الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء

ہر چند زمانہ کی نازک رفتاری عزلت نشینی کی تحریک کرتی تھی۔ مگر علمائے دیار کے بیجا تشدد نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔

چنانچہ گذشتہ سال سجدہ تحیہ کی نسبت ایک اعلان بنام فیصلۂ حقانی جسمیں یہ بھی مرقوم تھا کہ مزید اطمینان کے لیئے ایک مستقل

رسالہ مصنفہ مولوی محمد اسحٰق صاحب مدرس مدرسہ ہٰذا ہمرشتہ مرسل ہے کسی دوست کے ہاتھ سے مطالعہ میں آیا۔ اسمیں زندقہ والحاد کے ناشایستہ الفاظ بالخصوص خالہ و بھانجی پھوپی و بھتیجی کے جمع بین النکاح کی حرمت کو خبر آحاد سے ثابت بتلاتے ہوئے ایک مغالطہ آمیز الزام نما تقریر ایسی ہے۔ جسے دیکھکر حیرت ہوئی ع این کہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب۔

ہر چند اس محب سے اصرار کیا کہ یہ اعلان ہمیں عنایت کیجئے تاکہ اسکو غور سے دیکھوں۔ معلوم کس خیال سے مہربان نے گزارش قبول نہ کی۔ آخر اس رسالہ کی جستجو و تلاش کرتا رہا۔ جو "مزید اطمینان کے لیے مرسل تھا" مگر اپنے احباب میں کسی سے نہ ملا۔ کیونکہ چاٹگام میں وہ رسالہ فقط ان کے ہم خیال لوگوں میں تقسیم ہوا ہوگا۔ اور بہت ہی کم۔ بمضمون (جوئندہ یابندہ) قریب ایک سال میں وہ رسالہ مولوی امانت اللہ صاحب متوطن پٹھان ٹولی چاٹگام سے (کسی نے انہیں بھی ملاحظہ کے لیے دیا تھا) ایک عزیز کے واسطہ سے ملا۔ از اول تا آخر دیکھا تو مکر و مغالطے سے لبریز پایا۔ اکثر تو رسالہ کا یہ قصہ ہمارے ہم مشرب احباب میں آیا۔ تو بعض سنجیدہ اصحاب نے اصرار فرمایا۔ کہ ان رکیک مغالطوں کی قلعی کھولکر نام نہاد فیصلۂ حقانی کی مصنوعی حقیقت کو پرزے پرزے کر کے جوہر شناس ناظرین کے سامنے رکھا دیجئے۔

چونکہ استعدادی حیثیت سے ہم اس قابل نہ تھے کہ کسی مسئلہ پر جرح کر کے اسکی حقیقت ثابت کریں اور ایک اسلامی مدرسہ کی خدمت انجام دینے سے اس قدر فرصت بھی نہیں ہوتی تھی کہ کسی بالائی شغل کو اختیار کر سکیں پھر ہندوستان چھوڑے ہوئے ایک عرصہ ہوا اپنی مانوس مادری زبان کے اختلاط سے اردو کا محاورہ اور شستگی بھی چھٹگئی ہے۔ ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس کار اہم کو انجام دیں۔ آخر احباب کے اصرار سے مجبور ہو کر تعطیل کا منتظر رہا۔ تاکہ بمضمون الامر فوق الادب اس فرمائش الجمیل کو انجام دینے کی طرف مصروف ہوں۔ چنانچہ اسکے سال ماہ اپریل ۱۹۱۸ء کو جب مدرسہ میں بتقریب عید تعطیل ہوئی۔ ہفتہ عشرہ اپنے دیگر امور متعلقہ سے دستکش رہ کر متوکلاً علی اللہ رسالہ اور فیصلہ منضمہ کی تردید کے لیے آمادہ ہوا۔

دل تو چاہتا تھا کہ لفظ بلفظ تفصیلی بحث سے رسالہ کی حقیقت اور مصنف کی حقیقت کھول دیں۔ مگر اس خیال سے کہ کتاب ضخیم ہوجائے گی۔ احباب کو معاینہ کرنے میں بار گزرے گا۔ چھاپہ اور کاغذ بھی گران ہے فضول باتوں کی تردید میں تضیع اوقات کر کے کتاب کا حجم بڑھا کر صرف کثیر کا بار اٹھانا مناسب نہیں ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ مصنف کے مغالطات اور نام نہاد تنقیحات کو مکڑی کے جالے کی طرح اناسل منحات سے صاف کرنے کے ساتھ ہی ضروری مسئلوں پر ہر پہلو سے بحث کر کے سجدہ تحیہ کی حقیقت اباحت کو حق شناس ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ وہ کھرے کو کھوٹے سے امتیاز فرما کر مصنف بالقابہ کی مغالطہ آمیز تازہ تصنیف کے دام تزویر کا شکار نہ ہوں ؎

ظاہری باتوں پہ ہر اک کے سنجانا ہرگز — ہر درخشندہ طلا نیست مثل یاد رہے

شاہ بدیع العالم صاحب سے سخت غلطی ہوئی ۔ کہ انہوں نے سرکار عالیہ کے ڈھائی ڈھائی سو روپے تنخواہ خوار ملازمین کو مسئلہ کے فیصلہ کا حکم مانا ۔

شاہ صاحب نے اتنا خیال نہ فرمایا ۔ کہ حضرات مصنف و مصدقین بالقابہم کسی دار الافتاء کے مفتی بنکر کلکتہ میں رونق افروز ہیں ۔ یا مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تعلیمی خدمت ادا کرنے کے لیئے مامور ہو کر آئے ہیں ۔ انہیں سرکار عالیہ کی مامورہ خدمت انجام دینے سے فرصت کب ملی ہوگی ۔ جو مسئلہ کو بغور تحقیق فرما کر حقانی فیصلہ کرتے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند   میل آن اندر دلش انداختند

چونکہ مصنف بالقابہ کے اکثر حوالے اور دلایل منقولہ ہمارے ثبوت مدعا کے لیئے مفید ہیں ۔ اس لیئے ہمیں چنداں کتابیں تلاش کرنے کی ضرورت نہوئی ۔ اور یہاں کوئی اسلامی کتب خانہ بھی ایسا نہیں ہے ۔ جو ہر فن کی بڑی اور نایاب کتابیں ملتیں ۔ سر دست جو کتابیں مروجہ موجود ہیں ان کے حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے خود مصنف کے حوالے اور دلایل منقولہ سے ان کے اجتہادی مغالطوں کی تردید کرتے ہیں ؎

چارہ گر ہو نگے تجھے کپڑے پھڑانے مشکل   آڑے ہاتھوں مری وحشت تجھے ایسا لیگی

اس تحریر سے میرا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ بجائے سلام ہر کوچہ گلی اور بازاروں اور دوکانوں میں سجدہ تحیہ ہی کا رواج ہو جائے ۔ بلکہ برادران علمائے کرام کو اس امر کی تحقیق دکھانا ہے ۔ کہ سجدہ تحیہ فی نفسہا ۔ امر مشروع ہے ۔ بعض طریقے میں اسکا صدور موجب لعن وطعن نہیں ۔ نہ اسکا مرتکب قائل زندیق و ملحد ہے جنکی تفصیلی دلایل ضمن بحث میں آتی ہیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

قدر مجموعۂ گل مرغ سحر داند و بس   نہ کہ ہر کو ورقے خواند و معانی دانست

رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا ۔ فالان نشرع الکلام ۔ بتوفیق اللہ الملک العلام ؎

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنسکر   اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

قولہ شاہ بدیع العالم صاحب نے ان احادیث کو جن سے شارع علیہ السلام کا انکار سجدہ تحیت پر ثابت ہوتا تھا بعلت روایت آحاد رد کیا ہے ۔

اقول یہاں پر مولنا نے بڑی نزاکت سے کام لیا ہے بمضمون (سانپ مرے لاٹھی نہ ٹوٹے) جن احادیث سے سجدہ تحیہ کا انکار بزعم مولانا ثابت ہوتا تھا ۔ ان میں سے کوئی حدیث نقل نہیں فرمائی اس سے یہ بات ظاہر

سے ہے کہ مولانا کے نزدیک کوئی حدیث قابل استدلال ایسی نہیں ہے جو معرکہ میں لا سکتے۔

نیز لفظ (ہوتا تھا) ماضی ناتمام ہے مولانا مقر ہیں کہ سجدہ تحیہ کا انکار ان احادیث سے ناتمام رہا ہے پھر شاہ صاحب نے اگر انہیں رد فرمایا۔ تو کونسا الحاد کیا۔ ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

قولہ یہ وہ روایت آحاد ہے جس پر تمام صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین اور مشائخ متاخرین کا عملدرآمد ہے۔

اقول۔ مولانا ضرور تسلیم فرماوینگے کہ کسی فعل کے عدم اتیان اسکی حرمت کی دلیل نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ عدم ضرورت کی وجہ سے ترک فعل رہا ہو جیسے طرق نقشبندیہ اذکار۔ طریقہ ذکر پاس انفاس۔ ذکر جلی و خفی۔ طریقہ مراقبہ بسیط۔ مراقبہ فنا۔ مراقبہ قرآنیہ۔ صلوۃ معکوس۔ صلوۃ کن فیکون۔ شغل نفی و اثبات۔ نظر بر قدم۔ ہوش در دم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن وغیرہ نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ ان پر صحابہ کرام وغیرہم کا عملدرآمد رہا ہے۔ جوں جوں زمانہ دور پڑتا گیا لوگوں کے دلوں میں تاریکی آئی۔ علمائے طریقت نے صفائی قلب اور وصول الی اللہ کے لئے اپنی آداب اور طریقوں کو قائم فرمایا جن کا جواز مسلم ہے الاحکام تتبدل بتبدل الازمنۃ۔

یا یوں سمجھئے کہ ہمارے چاٹگام کے علاقے میں بھینس کھانے کا دستور نہیں ہے مگر اسکی حلت سے ہر اعلی و ادنی واقف ہو دودھ مزے سے پیتے ہیں۔

قولہ ایسے اجماعی مسئلہ کا خلاف کرنا زندقہ و الحاد ہے۔

اقول ہندوستان کے ایک چھوٹے سے فرقہ اسمٰعیلیہ میں کفر کا بازار اس قدر سستا ہے کہ ایک ایک لفظ میں از خلف تا سلف سینکڑوں برگزیدگان خدا کو زندیق و ملحد بنا کر اپنے زعم فاسد میں جہنم رسید کرتے ہیں۔ انکو ہندوستان کے بعض مقام میں گلابی وہابی کہا کرتے ہیں۔ انکا اعتقاد ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ شیطان لعین کا علم رسول اللہ صلعم کے علم سے زیادہ ہے۔ رسول مقبول مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔ مولود رسول جنم کنہیا کے مثل ہے۔ قیام اور فاتحہ حرام اور شرک۔ دیسی کالے کوے کا کھانا حلال ہے وغیرہ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانی اور اتقار کا تمغہ انہی حضرات کو ملا ہے بجز ان کے مسلمان اور متبع شرع کوئی نہیں ہے اگر ایسا ہے تو ان کے حسب زعم ہندوستان دار الحرب ہوا۔ دار الحرب میں حضرات محدثین جمعہ اور عیدین کی نماز کس طرح صحیح کر لیتے ہوں گے۔ مصنف بالقابہ بھی اپنے نام نہاد فیصلہ حقانی میں شاید اس گروہ کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ عبارات فقہاء بالخصوص حدیث رسول اللہ سے اغماض فرما کر زندقہ کہہ بیٹھے ع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

عن انس قال قال رسول اللہ صلعم ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل۔ (مشکوٰۃ) قال ابی حنیفۃ ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ (فقہ اکبر) (فی جامع الفتاوٰی) ینبغی للعالم اذا رفع الیہ ان لا یبادر بتکفیر اہل الاسلام (فی فصول العمادی) اذا کانت فی مسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی وجہ یمنع التکفیر لحسن الظن بالمسلم۔ کیوں جناب عقاید بھول گئے ؟ استحلال المعصیۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلیل قطعی۔

ثانیاً مولانا نے مسئلہ کے اجماعی ہونے کا صرف لفظی دعویٰ فرمایا ہے۔ مگر یہ نہ بتلایا کہ کس زمانہ میں سجدہ تحیہ کے انکار پر اجماع ہوا ہے۔ اجماع صحابی ہے یا تابعین۔ اجماع متقدمین ہے یا متاخرین۔ اجماع ائمہ مجتہدین ہے یا اجماع فرقہ اسمٰعیلیہ معطلین۔ بر تقدیر اجماع۔ اجماع متواتر ہے یا مشہور۔ یا آحاد۔ یا اجماع مرکب ہے یا غیر مرکب۔ بہرحال اجماع ناسخ قرآن نہیں۔ (فی التنقیح) واما الناسخ فہو اما الکتاب او السنۃ لا القیاس ولا الاجماع نیز اجماع کی اطاعت وہاں واجب ہے جہاں نص صریح نہو (فی التوضیح) فاذا اتفقوا علی امر لم یجد فیہ صریح الوحی یجب اطاعتہم۔ وقصۃ سجدۃ آدم ویوسف وحی صریح ونص قوی۔ فما جوابکم فہو جوابی

قولہ شاہ صاحب فرماویں کہ خالہ و بھانجی یا پھوپی و بھتیجی (الی) اسکی حرمت تو روایت آحاد سے ثابت ہے مگر وہ آیت قرآنی واحل لکم ما وراء ذلکم کے خلاف ہے۔ تو اس روایت آحاد کو بھی چھوڑئے اور اس جمع مذکور کو حلال بتلا دیجئے۔ **اقول** افسوس اگر مشکوٰۃ ہی ملاحظہ فرمالیتے تو یہ دھوکہ نہ کھاتے عن ابی ھریرۃ قال قال لا یجمع بین المرأۃ وعمتہا ولا بین المرأۃ وخالتہا (وتحت ھذا الحدیث بخط دقیق) ھذا الحدیث مشہور یجوز تخصیص عموم الکتاب بہ وھو قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم۔ اس حدیث کے راوی ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی مسلم بخاری اور ابن حبان ہیں۔ صدر اول میں صحابہ اور تابعین نے تلقی بالقبول کیا ہے اور ایک جم غفیر اسکے راوی ہیں چنانچہ صحابہ میں ابوہریرہ رضؓ جابر رضؓ۔ ابن عباس رضؓ ابن مسعود رضؓ۔ ابن عمر رضؓ ابوسعید خدری رضؓ ہیں (ھکذا فی رد المحتار) (و فی الدر المختار) لحدیث مسلم لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ وھو مشہور یصلح مخصصا للکتاب۔ بخلاف حدیث سجدہ کے یعنی لو امرت لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا کو کسی نے مشہور نہیں کہا۔ من ادعی فعلیہ البیان ع میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا اگر آپکی خاطر سے حدیث نکاح کو خبر آحاد بھی مان لیں تو بھی مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ آیت واحل لکم ما وراء ذلکم عام مخصوص منہ البعض ہے۔ دوسری قطعی سے مشرکہ اور مجوسیہ اس حکم سے خارج ہوگئی ہیں۔ مخصوص منہ البعض کی تخصیص

خبرآحاد یا قیاس سے جائز ہے (فی التنقیح) فلا یجی ز تخصیصہ بواحد منهما (ای بخبر الواحد والقیاس) ما لم یخص بقطعی بخلاف آیات سجدہ کے کہ ان کا مخصص کوئی نص ہے اور نہ وہ عام کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ ؎

خیر سے قتل بھی کرنا نہیں آتا تم کو　　　　حلق پر پھیرتے ہو خنجر براں اُلٹا

قولہ چونکہ شاہ صاحب نے مدعیانہ اور مستدلانہ گفتگو کی ہے لہذا اسی روش پر گفتگو مناسب ہے۔

اقول افسوس ع منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی۔ فیصلہ کرنے میں فریقین میں سے کسی کی روش کو اختیار کرنا یہ کونسا انصاف ہے۔ مستدلانہ روش کو شاہ صاحب سے سیکھ کر مضمون (ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا) نام نہاد فیصلۂ حقانی کے برقع میں روپوش رہ کر اجتہادی مغالطے کی کمانوں سے کسی کو تیر کفر کا نشانہ بنانا اور کچھا ختراعیہ باتوں کی تھوپ تھاپ کر چند ورق سیاہ کر کے اپنے ہم خیالوں سے تصنیف کی داد لینا کیا فیصلہ اسی کا نام تھا ؎

انیست گر ز دانش سرچشمۂ حیات　　　　باید لعبہ خضر و مسیحا گریستن

اگر آپ سچے عادل اور فقہا و مفسرین کے اقوال ظاہرہ پر فیصلہ کنندہ تھے۔ تو اتنا لکھ دینا کافی تھا۔ کہ سجدہ تحیہ کی حرمت قطعی الثبوت نہیں ہے مسئلہ مختلف فیہ ہے ترک اولی ہے۔ بس۔ ایسے مسئلہ پر اتنے بڑے بڑے مغالطے کا بار دلیلوں کی صورتوں میں لا کر مسئلہ کی اچھی صورت کو قبیح شکل میں ظاہر کرنا کیا سراسر تجاوز اور تعصب نہیں ہے ؎

ایک تم ہو کہ دیا اچھی بھی صورت کو بگاڑ　　　　ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

قولہ اگر اخبار ہے تو محققین کیونکر نسخ کے قایل ہوئے۔ **اقول**۔ شاہ صاحب نے اپنی دفعات قایمہ کے کسی دفعہ میں محققین کو نسخ کا قایل نہیں بتلایا ہے۔ بلکہ ان کو نسخ کا خلاف بتلاتے ہوئے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی تصنیف میں انکی دفعہ ۲۰ کی نقل پر نظر ملیا یئے شاید ذہول ہو گیا ہے۔

(دفعہ ۲۰) وانکہ در بعض روایات فقہیہ آمدہ کہ آیات مذکورہ منسوخ بحدیث ست آن خلاف رائے محققین ست زیرا کہ حدیث مذکور غیر از خبر واحد نیست۔ فکیف التعارض۔

اب ہم اناسل منقحات سے مولانا کی مغالطات اجتہادیہ سے لبریز تنقیحات کے شگوفہ نما عقدوں کو کھول کر حق پسند حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں چشم انصاف منعطف ہو ؎

نظر ہو جسکی دقیق دیکھے سمجھ ہو جسکی بلیغ سمجھے　　　　ابھی وہاں خاک بھی اڑیگی جہاں یہ قلزم ابل رہا ہے

(المنقحات علی التنقیحات)

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالوں میں　　　　سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

قولہ (۱) یہ حکم عالم ملکوت سے متعلق ہے جس کا تعلق تکوین سے ہے (الی) پس یہ حکم تشریعی نہیں ہے۔

اقول مولانا نے اس کے ثبوت میں ایک آیت فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین اور ایک حدیث اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملئکۃ باجنحتہا خضعانا لقولہ کانہ سلسلۃ علی صفوان پیش فرمائی ہے آیت میں تو سجدہ کی محض کیفیت اور حدیث سے کیفیت حکم اور حالت ملائکہ نزول حکم کے وقت کی مفہوم ہے تکوینی ہونے کی تصریح کو نہ معلوم مولانا نے کس لفظ سے تفقہ فرمایا ہے۔

ثانیاً تکوینی ہونے کی تقدیر میں والحق ان الامتثال لا یتخلف عنہ عقلا بخلاف الثانی (ردالمحتار) پھر ابلیس کا عدم امتثال کس طرح معقول ہوگا۔ اگر وہ مخاطب نہ تھا راندۂ بارگاہ کیوں ہوا استثناء الا ابلیس اور استفسار الہی ما منعک ان تسجد کیونکر صحیح ہے۔

ثالثاً آپ اس حکم کی فرضیت اور نسخ کے قائل ہیں۔ اور وہ امر تشریعی کی صفت ہے نہ تکوینی کی۔

رابعاً آج تک کسی فقیہ یا مفسر نے امر سجدہ ملائکہ کو تکوینی ہونا نہیں فرمایا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین

قولہ (۲) اسوقت حضرت آدم نبی نہ تھے (۳) ملائکہ انکی امت نہ تھے۔ **اقول**۔ اگر نام ہنا دتنقیحات کے ازدیاد تعداد کی غرض سے یہ دونوں نمبر بڑھا دیے گئے ہوں تو خیر ورنہ اسوقت آدم کے نبی ہونے اور ملائکہ کا انکی امت ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ کلام تو اسمیں ہے کہ سجدہ متنازعہ فی نفسہا امر حسن اور ماضی میں جائز تھا یا نہیں لان الحکیم لا یحکم بالقبح اور وہی حسن اور جواز اب بھی باقی ہے یا گیا۔

قولہ (۴) سجدہ عبادت اور تحیت دونوں کا احتمال ہے سجدہ تحیہ ہونا متعین نہیں۔ **اقول** تحیت کا ہونا صحیح اسح مجمع علیہا ہے۔ (فی الکشاف) السجود للہ علی سبیل العبادۃ ولغیرہ علی وجہ التکرمۃ کما سجدت الملئکۃ لآدم وابو یوسف لہ واخوتہ عن ابی قتادۃ قال السجدۃ لہا طرفان طرفۃ العبادۃ وطرفۃ التحیۃ فالتحیہ کانت لآدم الخ (وفیہ) عن ابن عباس قال سجدۃ التحیۃ بمنزلۃ السلام (فی المدارک والشامیۃ) وکان السجود تحیۃ لآدم فی الصحیح اذ لو کان للہ تعالی لما امتنع عنہ ابلیس الخ و (فی التفسیر الکبیر) اجمع المسلمون علی ان ذلک السجود لیس سجود عبادۃ لان سجود العبادۃ لغیر اللہ کفر والامر لا یرد بالکفر۔ فرمائیے ایسے اجماع کا خلاف کرنا زندقہ نہیں ہے ؎

ہر کسے ناصح برائے دیگراں　　　ناصح خود یافتم کم در جہاں

قولہ (۵) معنی لغوی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ **اقول** معنی شرعی کے مراد صحیح اور قرین قیاس وموافق اصول ہے

(فی التفسیر الکبیر) لا شک انہ فی عرف الشرع عبارۃ عن وضع الجبھۃ علی الارض فیجب ان یکون فی اصل اللغۃ کذلک لان الاصل عدم التغییر۔ (و فی المدارک) والجمھور علی ان المامور بہ وضع الجبھۃ علی الارض۔ نیز کلام باری فقعوا لہ ساجدین) سے معنی شرعی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ وقوع کے معنی افتادن ہے (یقال وقع الربیع بالارض) (صراح) بلا تعذر و بلا قرینہ معنی حقیقی کو چھوڑنا بالخصوص کلام اللہ میں کہاں تک صحیح ہوگا ان العمل بالحقیقۃ متی امکن سقط المجاز لان المستعار لا یزاحم الاصل (حامی)

قولہ (۷) امام رازی نے اس سجدہ کو نیز سجدۂ اخوۃ یوسف کو غیر معقول المعنی اور غیر مدرک ہونا بھی تجویز کیا ہے (الی) غیر کیطرف یہ حکم متعدی نہیں ہوسکتا ہے حیث قال الوجہ السابع لعل اللہ امر یعقوب بتلک السجدۃ لحکمۃ لا یعرفھا الا ھو ویوسف ما کان راضیا بذلک فی قلبہ الا انہ لما علم ان اللہ امرہ بذلک سکت۔

اقول۔ ع۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ اس عبارت سے تو اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت یعقوب کا خاص کر سجدہ کرنا یعنی باپ کا بیٹے کو سجدہ کرنا ممکن ہے کہ کسی حکمت کے لئے ہو۔ سجدۂ اخوۃ یوسف اور سجدۂ ملائکہ کا تو اسمیں ذکر ہی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ غیر معقول ہو۔ بلکہ سجدۂ ملائکہ کو معقول سمجھ کر رازی علیہ الرحمۃ اس کے جواز کو غیر کیلئے اپنی تفسیر کی جلد اول میں خود ثابت فرما چکے ہیں۔ نظر انصاف اس طرف نہیں پلٹی ہوگی۔ حیث قال ان الفعل قد یصیر بالمواضعۃ مفیدا کالقول یبین ذلک ان قیام احدنا للغیر یفید من الاعظام ما یفیدہ القول وما ذلک الا للعادۃ واذا ثبت ذلک لم یمتنع ان یکون فی بعض الاوقات سقوط الانسان علی الارض والصاقہ الجبین بھا مفیدا ضربا من التعظیم وان لم یکن ذلک عبادۃ واذا کان کذلک لم یمتنع ان یتعبد اللہ الملائکۃ بذلک اظہارا لرفعتہ وکرامتہ جلد اول ص

کنونت گر امکان گفتار ہست بگوای برادر بلطف و خوشی

قولہ (۸) وجہ سابع سے ظاہر ہے کہ مختص ہوسکتا ہے۔ **اقول**۔ بیشک باپ کا بیٹے کو سجدہ کرنا یہ یعقوب اور یوسف کے ساتھ مختص تھا یہ حکم غیر کی طرف متعدی ہونا غیر معقول ہے۔ **قولہ** (۹) میں بعد ایکدفعہ سجدہ کے دوسرا سجدہ متقاضی دلیل مستقل ہے۔ **اقول**۔ ثبوت فرضیت کیلئے ضرور ہے۔ مگر فرضیت کا تو کوئی قائل نہیں نہ اثبات فرضیت کے لئے کسی کو ضد ہے۔ نہ زمانہ آدم میں بلا فرض سجدہ کا شائع رہنا غیر ممکن ہے پھر دلیل مستقل کی کیا ضرورت ہے۔ **قولہ** شرع من قبلنا سے مراد من لدن نبوۃ آدم ہے۔ **اقول** سجود ملائکہ شریعت آدم ہونے دیجئے مگر سجود اخوۃ یوسف تو شرع من قبلنا ہے ماضی میں سجدہ کی مشروعیت اگر بالمعنی الوجوب نہ ہو۔

بالمعنی الجواز تو ضرور رہی ہے جسکو بنظر انصاف آنجناب بھی مانتے ہیں۔ وکان جائزًا فیما مضی ھذا ھو المراد (فی الدر المختار) ان الفقھاء کثیرا ما یلھجون بان الاصل الاباحۃ (وفی الشامیۃ) وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمھور من الحنفیۃ والشافعیۃ وتبعہ تلمیذہ العلامۃ قاسم وجری علیہ فی الھدایۃ من فصل الحداد وفی الخانیۃ من اوائل الحظر والاباحۃ وقال فی شرح التحریر وھو قول معتزلۃ البصرۃ وکثیر من الشافعیۃ اکثر الحنفیۃ لا سیما العراقیین قالوا والیہ اشار محمدؒ فیمن ھدد بالقتل علی اکل المیتۃ او شرب الخمر فلم یفعل حتی قتل بقولہ خفت ان یکون اثما لان اکل المیتۃ وشرب الخمر لم یحرما الا بالنھی عنھما فجعل الاباحۃ اصلا والحرمۃ بعارض النھی (وکذا ایضا فی کشف المبھم) ونقل ایضا انہ قول اکثر اصحابنا واصحاب الشافعی الشیخ اکمل الدین فی شرح اصول البزدوی۔ فظھرت اباحۃ سجدۃ التحیۃ باصلھا وان ادعیتم الحرمۃ فھاتوا برھانھا۔

قولہ اباحت سجدہ تحیہ کا اسپر موقوف ہے کہ امر تشریعی ہو۔ **اقول** بفضلہٖ تعالیٰ امر تشریعی ہے۔ کما مر فی منقح تنقیح الاول۔ **قولہ** شریعت آدم میں ہو۔ **اقول** شریعت آدم میں تھا یا نہیں اسکی تاریخ سے تو آپ واقف نہیں ہیں۔ اسلئے تو زمانہ نوح سے سلام کا مروج ہونا ثابت فرمایا ہے۔ اگر زمانہ آدمؑ کے عدم رواج سجدہ تحیہ کا جغرافیہ معلوم ہوتا تو کیا اسے پیش نہ کرتے۔

آیئے ہم آپ کو ایک ایسی تاریخ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جو من لدن آدم الی شریعۃ عیسیٰ سجدہ تحیہ کا ثابت رہنا بتلاتی ہے۔ (فی التفسیر جامع البیان) وخروا لہ سجدا ابواہ واخوتہ وکان سجود التعظیم شائعا من لدن آدم الی شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام ؎

کنونت گرامکاں گفتار ہست　　　بگوای برادر بلطف وخوشی

قولہ سجدہ لغوی مراد نہ ہو۔ **اقول** سجدہ شرعی متعین ہے کما مر فی منقح تنقیح السادس۔
قولہ غیر مدرک بالرائے اور مختص بآدم نہ ہو۔ **اقول** مختص بآدم نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف بھی مسجود ہوئے اور ان کا قصۂ سجدہ بھی منصوصۂ قرآنی ہے۔ اور بجز سجدۂ یعقوب کے سجدہ ملائکہ اور سجدۂ اخوت یوسف غیر مدرک بالرائے نہیں ہے کما مر فی منقح تنقیح السابع۔ **قولہ** امر مطلق مفید تکرار ہو۔ **اقول** ثبوت اباحت کے لئے تکرار امر کی ضرورت نہیں ہو البتہ ثبوت فرضیت واستحباب کے لیے چاہیئے ولم یقل بہ احد۔

قولہ سجدہ تحیہ ہونا متعین ہو۔ **اقول** متعین ہے کما ثبت فی منقح تنقیح الرابع - **قولہ** اور فرض نہ ہو
اقول فرض نہیں ہے کما ظہر من اقوال الفقہاء والمفسرین حیث قالوا وکان جایزا فیما مضی ؎

خنجر غمزہ و تیغ نگہ و تیر ادا   آئے ہیں قتل کا سامان وہ کیا کیا لیکر

قولہ اگر سب سے اغماض کیا جائے تو کیا جا سکتا۔ لیکن اختصاص اور عدم افادۂ تحیۃ سے اغماض دشوار ہے۔
اقول بفضلہٖ اب سہل ہو گیا ہے ؎

ایک کا ایک ہے سرکوب کہ یہ دنیا ہے   ہے جو فرعون یہاں اسلئے موسیٰ بھی ہے

قولہ ثم اختلف القائلون بالاول فقیل کان ذلک السجود خاصا بآدم لم یجز لغیرہ۔
اقول (اولاً) مولانا مقر ہیں کہ سجدہ بالمعنی الشرعی کے مخصوص بآدم ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ آدم کے ساتھ مختص تھا غیر کے لیئے جائز نہیں اتنا تو مولانا نے بیان فرمایا دوسری شق یہ ہے کہ بعضوں نے کہا غیر کے لیئے جائز ہے مختص بآدم نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں کون قول مرجح ہے۔ چنانچہ علاوہ قصہ سجدۂ آدم کے قصہ سجدۂ یوسف بھی منصوص قرآنی ہے اسلیئے عدم اختصاص کا قول مرجح رہے گا۔ ہذا ہو المراد۔
ثانیاً برتقدیر عدم تسلیم ترجیح اختلاف مسلم ہے۔ اب مولانا فرماویں کہ امر مختلف فیہ کے کسی جانبدار کو جامۂ زندقہ پہنانا جس کا معنی کفر کے معنے سے اشد ہے کون سی فقاہت و تحدثیت ہے۔ اگر مختلف فیہ امر کے کسی جانبدار کو تمغۂ زندقہ اپنے ہی خزانے سے عطا فرماتے ہیں تو نعوذ باللہ پہلے احناف و شوافع میں سے کسی ایک فرقہ کو عطا کیجئے ؎

گر تو قرآں بدین نمط خوانی   ببری رونق مسلمانی

قولہ یوید ما اخرجہ البخاری عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم قال خلق اللہ آدم وطولہ ستون ذراعا ثم قال اذہب فسلم علی اولئک النفر من الملئکۃ فاستمع ما یحیونک بہ فانہ تحیتک وتحیۃ ذریتک فقال السلام علیکم الخ ؎

حسن کا حق نہیں رہتا باقی   ہر ادا میں وہ ادا کرتے ہیں

اقول (اولاً) خدائے تعالیٰ کا حضرت آدم کو بنانا اور بلا واسطہ آدم کا خطاب خداوندی سے مشرف ہونا اور فرشتوں کو سلام کرنا اور ان سے جواب سلام کا سننا یہ قصہ بھی تو عالم ملکوت کا ہے حسب تنقیح اول اسے بھی تکوینی نہ فرما دیجئے۔ ورنہ (اسجدوا اور سلّم) میں یا وجہ فرق کیا ہے جو اسے تکوینی اور اسے تشریعی قرار دیا جا رہا ہے۔ محل بھی ایک عالم ملکوت مخاطب بھی علی سبیل التبادل وہی آدمؑ اور فرشتے ہیں ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

ثانیاً فاستمع ما یحییٰ نك به فانه تحیتك وتحیة ذریتك سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں کا تحیہ بنی آدمؑ کا تحیہ ہونا خدائے پاک کو مرغوب ہے۔ اسی طرح سجدہ تحیہ فرشتوں کا تحیہ تہا۔ بعض بنی آدم سے اس تحیہ کا صدور کیوں اتنا قبیح سمجھا گیا ہے کہ زندقہ و الحاد کا نجس سارٹیفکٹ عنایت ہو رہا ہے۔ جناب آپ تو محدث صاحب ہیں بعض حدیثوں سے آپ کو یہ محسوس نہوا کہ روحی فداہٗ نے بعضوں کو تسبیح ملائکہ تعلیم فرمائی ہے۔

ثالثاً ایک شی کی تخصیص سے دوسری شی کا انتفار لازمی نہیں ہے (فانہ تحیتك وتحیة ذریتك بعینہ قولہ تعالیٰ حکایۃً عن قول عیسیٰ (فانھم عبادك ہے) جب اس تخصیص سے اوروں کا عباد اللہ نہونا لازم نہ آیا پھر سجدہ وسلام حالانکہ دوشی مغایر ہیں ایک کا اثبات دوسرے کی نفی کو کس طرح مستلزم ہو۔ فتدبر۔

رابعاً حضرت آدم کو اول خدائے پاک نے اپنے خاص انعاموں میں سے ایک بھاری انعام عطا فرماکر معزز فرمایا ہے جو سجدہ تحیہ تھا۔ ممکن ہے کہ ارادۃ اللہ پھر ایسا ہوا ہو کہ ایک اور جدید انعام ان کو ایسا عطا کرے کہ وہ انکی تمام ذریتوں میں علی العموم شامل اور رائج رہے اور وہ خاص انعام خواص کے لیے مخصوص ہے عام کے وجود سے خاص کا انتفا کیونکر معقول ہے ؎

سرستان منطق الطیرست جامی لب بہ بند   جز سلیمانے نیابد فہم این گفتار را

خامساً اس حدیث کو آجتک کسی فقیہ یا مفسر نے تخصیص یا عدم جواز سجدہ تحیہ کی تائید میں نہیں ذکر کیا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔

قولہ جب زمانۂ آدم میں سجدۂ تحیہ نہ رہا۔ **اقول** زمانہ آدم میں سجدہ تحیہ تھا کما مر۔

قولہ ہم بالخصوص ملت ابراہیمی کے اتباع کے ساتھ مامور ہیں۔ **اقول** مگر یہ تو فرمائیے کہ ملت ابراہیمی میں سجدہ تحیہ کا انکار کہاں ثابت ہے۔ صفحہ ۱۲ میں آپ فرما چکے ہیں کہ (ملت ابراہیمی کے ساتھ حضرت یعقوب اور انکی اولاد مامور تھی) تو ملت یعقوب و یوسف عین ملت ابراہیم ہوئی۔ انکی ملت میں سجدہ تحیہ کا پایا جانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ملت ابراہیمی میں سجدہ تحیہ ممنوع نہ تہا فھذا ھوالمراد ولحن نتبع ملۃ ابراھیم۔

قولہ اخوۂ یوسف والبویہ کے سجدہ سے استدلال کرنا یہ بھی تنقیح ششم وہفتم و ہشتم پر موقوف ہے۔

اقول کیوں جناب تنقیحات مذکورہ دفتر گاؤخورد ہو گئے پھران پر موقوف کیے علاوہ اس کے سجدہ تحیہ ایک مشروع شی پر اتنی تنقیحات چڑھانے کی ضرورت کیا تھی۔ **قولہ** اسمیں سجدۂ شکر اور تصدیق رویائے یوسف بھی جاری ہے

اقول اگر سجدۂ شکر اور تصدیق رویا کا نفس احتمال ممکن تھا۔ تو سجدۂ تحیہ کا احتمال تو مرجح اور مجمع علیہ ہے کما ثبت فی مقامہ

پھر احتمالات لایعنی کا شمار کرنا اور مجمع علیہ مراد کا عدم اقرار چہ معنی دارد ؎

عیب می جون ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو   نفی حکمت کنی از بہر دل عامے چند

اگر سجدۂ شکر ہے تو اور بھی مناسب ہے بحدیث من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ پیر و مرشد کا شکر سب سے بڑھ کر ہے فما جوابکم۔ **قولہٗ** رسول خدا نے پیشانی پر سجدہ کرا یا (الی) اپنے لیے مفید سمجھ کر نقل کیا ہے۔ **اقول** بیشک مفید ہے گو مخاصم نہ مانے مثل مشہور ہے کہ خصم ہاں نہیں کہتا۔ فعل رسول سنت اور وہی طریقت ہے۔ رسول مقبول نے خواب کو عین فعل کے ساتھ راست کرا دیا جس کے قایل آپ بھی ہیں۔ اگر زمین پر رسول اللہ کو سجدہ کرنا خواب میں دیکھتے تو اسے بھی اسی طرح راست فرما دیتے۔ کیونکہ جب سجدہ غیر معقول المعنی کو یعنی (پیشانی پر پیشانی رکھنے کو شرعًا و لغةً سجدہ نہیں کہتے ہیں، عین فعل کے ساتھ راست کرا یا۔ تو معقول المعنی کو بدرجہ اولی۔

اگر اتنی دور نہ جائیے تو اتنے میں تو آپ شریک ہیں کہ سجدہ کرا یا ہے۔ علی ای شئی کان۔ اور وہ فعل رسول ہے اور فعل رسول ع کی دلیل ہے۔ فرمائیے اس سے بڑھ کر ثبوت جواز میں اور کیا چاہتے ہیں۔ اگر کہیے کہ شریعت یعنی قول طریقت یعنی فعل پر مقدم ہے مسلم ہے۔ مگر ابن خزیمہ کی حدیث کا معارض بتلائیے کونسی حدیث ہے۔

جناب، اولیائے کرام سرور رسول صلعم کے قول و فعل کے خلاف نہیں ہیں۔ شریعت اور طریقت کا سمجھنا انھی بزرگو کا حصہ رہا ہے۔ العبارة للعلماء والاشارة للحکماء۔ واللطائف للفقراء۔ (مثنوی) ؎

من ز قرآن مغز ہا بر داشتم   استخوان پیش سگان انداختم

قولہٗ سجود اخوۂ یوسف کا سجدۂ تحیت ہونا گو بعض مفسرین نے کہا ہے۔ لیکن امام رازی نے اسکو بہت مستبعد کہا ہے **اقول** بیشک سجدۂ یعقوب کے سجدہ تحیہ ہونے کو مستبعد کہا ہے چنانچہ کہتے ہیں ان المبالغة فی التعظیم کانت الیق بیوسف منہا بیعقوب۔ اس سے یہ کب مفہوم ہوا کہ اوروں کا سجدہ بھی تحیہ ہونے سے مستبعد ہے بلکہ وجہ خاص کے اوپر کی کسی وجہ میں خروا کی ضمیر سے صرف اخوۂ یوسف مراد لیکر یعقوب کا استثنار ہونا بھی بتلایا ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے تو اس استبعاد کے قول میں امام رازی منفرد ہیں بجز ان کے کسی اور نے مستبعد نہیں کہا ہے۔ چنانچہ صاحب بیضاوی جنکی عبارت سے سجدۂ آدم میں عبادت کا احتمال ثابت فرماتے تھے۔ سجود یوسف کو تحیہ فرما رہے ہیں۔ حیث قال (وخروا لہ سجدا) ای تحیة وتکرمة فان السجود کان عندھم یجری مجریہا ھکذا فی المدارک۔ والخازن والشامیة وغیرہ فرمائیے کا ایکا اتباع کیجئیگا یا ورنکا تعارض ہر تیجیح کی کی رہیگی۔ مشکل تو یہ ہے کہ اپنا مطلب جہاں سے برآمد ہوتا ہوا دیکھتے ہیں وہاں سے ایک جملہ اٹھا لیتے ہیں چشم انصاف تو

ہر طرف برابر نہیں جھکتی۔ چنانچہ سجدۂ آدم کے سجدۂ عبادت ہونے کا احتمال تو جھٹ بیضاوی سے نکال لائے کیونکہ
کبیر والے وہاں اڑے تھے مگر سجود یوسف کے استبعاد تحیۃ ہونے کو (جو خاص سجدۂ یعقوب کی نسبت ہے) کبیر سے
ٹٹول لائے کیونکہ بیضاوی سے وہاں پر مدعا فوت تھا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ‌ ‌ ‌ ‌ من انداز قدت را می شناسم

قولہ تحیت تو اول ملاقات میں دستور ہے جب اول اول ملاقات ہوئی تو سجدہ کسی نے نہ کیا تھا، (ورفع ابویہ علی
العرش وخروا لہ سجدا)۔ **اقول** ؎ آگیا حضرت ناصح سے مرا ناک میں دم ٭ روز آتے ہیں نئی طرح کا جھگڑا لیکر
(اولاً) اول ملاقات میں سجدہ نہ کرنے سے سجدہ کا تحیہ نہ ہونا غیر معقول ہے۔ ممکن ہے کہ وہ وقت تلاطم بحر محبت
کا تھا سجدہ کرنا بھول گئے تھے۔ یا اول وقت میں مامور بالسجود نہ تھے بعد کو مامور ہوئے ہوں (فی التفسیر
موضح القرآن) (وخروا لہ سجدا) یعنی جھکے اسکے سجدہ کرنے کو اسوقت میں دستور بادشاہوں اور بزرگوں
کی تعظیم کا سجدہ تھا یعنی حضرت یوسف نے اپنے باپ اور بھائیوں کو اور خالہ کو حرمت اور عزت سے اپنے تخت
پر بٹھایا انہوں نے نہایت خوشی سے تعظیم کا سجدہ کیا۔ وان سلم انہا لیست التحیۃ فھو خلاف اقوال
الجمہور جو بصدائے قلم فرماتے ہیں (تحیۃً وتکرمۃً) ومنہم البیضاوی۔ **ثانیاً** اول ملاقات میں سجدہ
نہ کرنا اس آیت سے غیر مفہوم ہے کیونکہ خدائے پاک نے ہر جملہ کو واو کے ساتھ عطف فرمایا ہے اور وہ مطلق
عطف کے واسطے ہے نہ بیان ترتیب و مقارنت کیلئے (کما فی مختصر المنار) قالوا و لمطلق العطف
من غیر تعرض لمقارنۃ ولا ترتیب۔ ھکذا فی کتب الاصول کلھا
ثالثاً اگر آیۂ کریمہ کو ترتیب پر حمل کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ رفع علی العرش خرور پر مقدم ہو حالانکہ رفع خرور سے
موخر ہے (فی الکمالین) ثم ان الرفع موخر عن الخرور وان قدم لفظا فان الواو لا یقتضی الترتیب
نیز طبری کی تفسیر کا یہ جملہ (جسکو آگے چلکر آپ ہی نقل فرماتے ہیں) فلما راوہ وقعوا لہ سجدا معیت سجود ملاقات
پر دال نہیں ہے۔ ضرور ہے۔ **قولہ** اگر پھر بھی سجدہ تحیہ کہے جائے۔ **اقول** سجدہ تحیہ تھا اور وہی ثابت ہوا
پھر بصدائے بلند کہتے ہیں کہ سجدہ تحیہ ہی ہے۔ کما مر ثبوتہا۔
اگر اس سے تسکین نہیں ہے تو اور سنیئے (وخروا لہ سجدا) وکانت السجدۃ عندھم جاریۃ مجری
التحیۃ والتکرمۃ کالقیام والمصافحۃ وتقبیل الید وقال الزجاج سنۃ التعظیم فی ذلک الوقت
ان یسجد للمعظم (تفسیر مدارک) وکانت تحیۃ الناس یومئذ السجود۔ (تفسیر خازن)

قولہ تو سنئے اس زمانہ میں سجدہ تحیہ بقول بعض مفسرین ملوک کے لیے ثابت تھا۔ فی تفسیر ابن جریر الطبری، اتی یعقوب وبنوہ فدخلوا علی یوسف فلما راوہ وقعوا لہ سجدا وکانت تلک تحیۃ الملوک فی ذلک الزمان **اقول** ؎

ذرا تم آپ ہی دیکھو کہ کیا حالت ہے حضرت کی   کہیں اقرار کرتے ہیں کہیں انکار کرتے ہیں

الحمد للہ۔ مولانا گھوم گھام کر جادۂ مستقیم پر آ ہی گئے۔ گو کسی غرض سے کچھ دیر لا و نعم کے پیچدار دورہ میں بھی رہے۔ آخر کیوں نہ آتے خذ ما صفا ودع ما کدر کا مضمون تو حق شناس اور انصاف پسندوں ہی کا معمول ہے۔ مولانا یہاں پر ابن جریر کی تفسیر سے دو باتوں کا اقرار فرما گئے بلکہ تین کا جنہیں مختلف روشوں سے انکار فرماتے ہوئے آ رہے تھے۔ ایک تو زمانہ ماضیہ میں سجدہ تحیہ کا رہنا۔ دوسری سجدۂ یوسف کا سجدۂ تحیہ ہونا کیونکہ یوسف بادشاہ تھے جب مسجود ہوئے تھے۔ تیسری روایت اول ہی میں یوسف کا مسجود ہونا فلما راوہ وقعوا لہ سجدا سے صاف ظاہر ہے ؎

پہچانو تو کس نقش کف پا کی ہے یہ خاک   اکسیر اٹھا لائے ہیں دشمن کی گلی سے

اب فیصلہ ما سبق جو بڑی نزاکت سے کنسج العنکبوت بنا بنا کر رہے تھے اس سے دفتر گاؤ خورد ہو گیا۔ خیر اتنا تو آپ نے مانا کہ ملوک کے لیے ثابت تھا۔ ذرا اور تنقیح فرما دیں کہ ملوک کے لیے کیوں ثابت تھا سلطنت ہی کی وجہ سے نا۔ ورنہ اور تو کوئی سبب ظاہری نہیں ہے اب غور فرمائیے کہ چند روزہ سلطنت ظاہرہ کے ملوک کے لیے جب سجدہ تحیہ ثابت رہا۔ دائمی سلطنت باطنہ کے ملوک کے لیے جنکی شان یہ ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کس طرح حرام ہو ع برین عقل و دانش بباید گریست ؎

زین سبب عالم ہمہ گمراہ شد   کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

ہاں اگر کوئی عوام الناس کے لیے ثابت کرنا چاہے تو شاید آپ کو منع کی گنجائش نکل سکے۔

قولہ اگر بنی اسرائیل میں طریقہ رسم سجدہ تھا تو ان میں اس کا رواج کیوں نہ رہا۔ **اقول** افسوس ع کالدم اللیل یمحوہ النہار۔ ما سبق میں ابھی نقل فرما گئے (وکانت تلک تحیۃ الملوک) بادشاہوں کا خاص تحیہ کیا مروجۂ عام ہو سکتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ عمل مباح کا رواج ہر وقت رہنا ضروری نہیں ہے کما یشاھدون ھذہ تعامل الناس اور حق یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بھی رسم سجدہ رہا۔ کما ثبت من التفسیر جامع البیان

قولہ فے التفسیر الکبیر وتحیۃ المسلمین بعضھم لبعض ان یقولوا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اقول یہ تحیت عموم سے خبر ہے عام کے وجود سے خاص کا انتفا، ضروری نہیں ہے۔ کما ہو ظاہر اور بھی بعضہم لبعض کی قید سے ظاہر ہے کہ بعضوں کا تحیہ تہا۔ اس سے کلیۃ سجدہ تحیہ کا عدم رواج کیونکر مفہوم ہوا۔ وان سلم فعدم رواج الشیئ لاینافی اباحتہ۔

قولہ اگر ملت یوسفی میں ثابت تہا۔ تو یوسف لرز کیوں گئے۔ **اقول** ماشاء اللہ مولنا بھی گرگٹ کی طرح ایک ایک آن میں سو سو طرح کے رنگ بدلتے رہتے ہیں کہیں لرزنے کو عدم ثبوت کی دلیل گردانتے ہیں کہیں کچھ کہیں کچھ فرما دیتے ہیں مگر عدم ثبوت کا اصلاً نہیں بتاتے

بدلی زاہد نے نئی پوشاک روز　　کس قدر ہے جامہ تزویر جسم

(اولاً) آپکا مقدم باطل ہے کیونکہ باتفاق فقہا ومفسرین زمانہ یوسف میں سجدہ تحیہ تہا کما نقول ایضاً۔ **ثانیاً** لرزنے کا سبب خود تفسیر کبیر کی عبارت سے ظاہر ہے جسکو اپنے مدعا کے ثبوت میں مفید سمجھ کر نقل فرما چکے ہیں۔ (ذرا اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر نظر ملاحظہ فرمائیے۔ یا ابت لا یلیق بمثلک علی جلالتک فی العلم والدین والنبوۃ ان تسجد لولدک حضرت یعقوب جیسے باپ پیغمبر جلیل القدر کا سجدہ یوسف جیسے پیارے بیٹے کے حق میں ادباً موجب لرزہ تہا۔ اگر حرام سمجھ کر لرز گئے ہوتے تو ضرور منع فرما دیتے حالانکہ آپ نقل فرما چکے ہیں (ولکنہ لم یقل شیئاً) نیز دو زبردست پیغمبروں کا مرتکب امر حرام کا ہونا غیر معقول ہے لان الانبیاء معصومون۔ نعوذ باللہ من ہذہ الاختراعات۔ **قولہ** فرقہ مدعیان اس کے استحسان اور اثبات کے درپے ہے۔ **اقول** بیشک ثابت چیز کو کم فہمی سے ممنوع سمجھ کر قعر ضلالات میں رہنے والوں کو راہ راست پر لانے کے لیئے ثابت کو ظاہر کر دینا بحکم حدیث سنت چہ معنی بلکہ واجب ہے۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ الحدیث۔

قولہ آپکی دفعہ ۱۲ کہ آیات سجدہ از قبیل اخبار ست۔ آپکی دفعہ ۱۷ کہ بسبب بودن امر فرض مین بود سے غلط ہوئی۔ **اقول** ماشاء اللہ کیا اچھی تغلیط ہے الخبر لنا والامر للملئکۃ فالامر من حیث ہو ہو مقتضاہ الفرضیۃ۔ والخبر من حیث ہو ہو یقتضی عدم النسخ۔ فکیف التعارض۔

قولہ پیشتر قطع موضع نجاست فرض تہا۔ اب منسوخ ہوا کیا اباحت باقی ہے۔ **اقول** نہیں ہے۔ ایسے احکام کے بقائے جواز کا قایل دنیا میں کون ہوگا جس کا حکم اصلی ہی سرے سے بمعنی التحریم منسوخ ہے۔ (فی فتح الاقمار) واما اذا نسخ تحل الواجب وکان حکم الناسخ التحریم فلا یبقی الجواز بالاتفاق۔ قطع موضع نجاست اور اخت حقیقیہ سے نکاح کرنا وغیرہا جتنی مثالیں نسخ بمعنی التحریم کی پیش فرمائی ہیں۔ ہم ان کے بقائے جواز کے قایل ہرگز نہیں۔ یاد رکھیں۔ نزاع تو اسمیں ہے کہ نسخ بمعنی رفع وجوب میں آیا جواز اصلی باقی رہتا ہے یا نہیں۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ صورت مذکورہ میں جواز باقی رہتا ہے۔ اور یہی ہمارے امام اور ان کے متبعین اور جمہور کا صحیح مسلک ہے ملاحظہ ہو مسلم الثبوت مع شرح کشف المبہم صفحہ ۱۷۱ (اذا نسخ الوجوب بقی الجواز) وھو قول الامام واتباعہ والجمہور نص علیہ الاسنوی فی شرح المنہاج وھو لا نسخ الا ان الوجوب یتضمن الجواز والناسخ) للوجوب لا ینافیہ) ای لا ینافی الجواز (فیبقی الجواز علی ما کان) ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور لا سجدہ تحیہ کے نسخ کے قایل تو محققین ہیں ہی نہیں ظواہر کی دلبوئی سے ارباب طریقت اگر قایل ہیں تو نسخ بمعنی رفع وجوب کے قایل ہیں جس کا جواز باقی ہے کیونکہ نسخ بمعنی التحریم کے لیے نص قطعی چاہیے جیسے (ولا تجمعوا بین الاختین) اور سجدہ تحیہ کا ناسخ کوئی نص قطعی نہیں ہے ھذا ھو المراد۔

قولہ آپکا اباحیہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ **اقول** اب تو اندیشہ نہیں ہے۔

قولہ حدیث وخبر آحاد سے نسخ جایز نہ ہونے کے متعلق حدیث نقل فرمائی ہے۔ **اقول** مولنا تو قسم کھا بیٹھے ہیں کہ بجز مغالطہ کے بات ہی نہ کریں گے۔ پھر ان سے اور ہم سے کس طرح نبھے ؎

میل من سوئے وصال قصد او سوئے فراق ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست

بیشک شاہ صاحب کی نقل بجا ہے کتاب اللہ کا نسخ بمعنی التحریم خبر آحاد یا مشہور سے ثابت نہیں ہے۔ مو ادعی فعلیہ البیان۔ البتہ نسخ بمعنی الزیادۃ علی الکتاب خبر مشہور سے مسلم ہے۔ حسامی سے آپ خود نقل فرماتے ہیں فصحت الزیادۃ بہ علی کتاب اللہ تعالیٰ (ای فی قمر الاقمار) بای یقین مطلق الکتاب بالخبر المشہور مثلا کتقیید صیام کفارۃ الیمین بالتتابع آپکی خاطر سے تھوڑی دیر کے لیے حدیث معارض جواز سجدہ کو اگر مشہور بھی مان لیں تو فرمایئے اس سے آپنے آیات سجدہ تحیہ پر کونسا ازدیاد فرمایا ہے۔ اگر کیا تو اتنا کیا کہ حکم کتاب اللہ کو صاف اڑا یا۔ نعوذ باللہ منہ ؎

آمری جان میں آنکھوں کی بلائیں لے لوں کس صفائی سے اڑایا ہے نشانہ دل کا

مسلک احناف کے خلاف آپ ہیں یا شاہ صاحب ذرا دیانت سے سوچئے۔ ؎

ناصح خود ہو کوئی تو اس کا کہنا مانیئے ورنہ اوروں کو تو سب باد شماکہنے کو ہیں

قولہ بقائے اباحت کے متعلق چونکہ آپ حنفی ہیں کتب حنفیہ ملاحظہ فرمالیجئے ظاہر ہوجائے گا کہ اباحت بھی باقی نہیں رہتی **اقول** غلط اور کذب اور خدع محض ہے رفع وجوب میں اباحت بمعنی الجواز باقی رہتی ہے۔ کما ثبت آنفا۔

قولہ اباحت اصلیہ اسریست زاید بر مشروعیت یہ مذہب بعض معتزلہ ہے مذہب اہل السنت والجماعت کچھ نہیں ہے **اقول** غلط ہے ان الاصل فی الشئی الاباحۃ۔ امام محمد اور جمہور احناف کا مسلک ہے جسکو شامی اور کشف المبہم وغیرہ

نے مختار تصریح فرمائی ہے۔ بعض معتزلہ کی شرکت مستلزم عدم مذہب اہل السنت والجماعت نہیں ہے۔

قولہ (من المسلم) الاباحۃ حکم شرعی۔ **اقول** یہاں اباحت سے مراد اباحت شرعیہ ہے۔ نہ اباحت اصلیہ اباحت شرعیہ کے ازالہ سے اباحت اصلیہ نہیں جاتی۔ **قولہ** (ایضاً منہ) والاباحۃ الاصلیۃ نوع منہ **اقول** بعض حنفیہ کا قول ہے جو مخالف قول مختار جمہور ہے۔ ملاحظہ ہو کشف المبہم صفحہ ۱۹ حوالہ مولانا بالقابہ۔ (الاباحۃ تستعمل فی لسان الشرع (حکم شرعی) والاباحۃ الاصلیۃ) عند بعض الحنفیۃ والشافعیۃ نوع منہ) الخ

یہاں پر مولانا نے بڑی عیاری سے کام نکالنا چاہا ہے میں ادباً ان کی عیاری کی تصریح نہیں کرتا۔ بینا لوگ تاڑ جائینگے۔

بدیں حسن و بدیں خوبی بدیں انداز محبوبی تو خواہی کرد عالم را خراب آہستہ آہستہ

قولہ فی الحسامی وما یتصل بسنۃ نبینا شرائع من قبلہ **اقول** مولانا نے خاص غرض سے یہاں حسامی کی عبارت نقل کرنے میں کلام کو ایسا ناتمام چھوڑا ہے کہ بمضمون مطلب الشعر فی بطن الشاعر بجز مولانا کے دوسرا کوئی مفہوم کو سمجھنے پر کامیاب نہیں ہوتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مابعد کی آتیہ عبارت جواز سجدہ کی مجسم دلیل ہے۔ جس کا اظہار ان کے مدعا کے لئے سم قاتل تھا۔ (فتمامہ ھکذا) وما یتصل بسنۃ نبینا علیہ السلام شرائع من قبلہ والقول الصحیح فیہ ان ما قص اللہ او رسولہ منہا من غیر انکار یلزمنا علی انہ شریعۃ لرسولنا و فیہ علی الحاشیۃ لولا نا محمد ابراھیم) اذا قص اللہ علینا ثم انکر علینا بعد نقل القصۃ صریحاً بان قال لا تفعلوا مثل ذلک او دلالۃً بان قال کان ذلک جزاء ظلمھم فحینئذ یحرم علینا العمل فرمائیے نقل قصہ کے بعد صراحتاً یا دلالۃً سجدہ تحیہ کا انکار قرآن میں کہاں ہے (وعلی الحاشیۃ ایضاً) علی انہ شریعۃ لرسولنا یعنی ما قص اللہ سبحانہ وتعالیٰ من شرائع من قبلہ صلعم یلزمنا علی انہ شریعۃ رسولنا لا علی انہ من شرائع من قبلہ لانہ اذا قص اللہ تعالیٰ فی کتاب رسولنا صار ذلک جزءً من دین رسولنا وقد قال اللہ تعالیٰ لرسولنا اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ کا کیوں جناب اب تو سجدہ تحیہ کے شریعت رسول ہونے میں کوئی اندیشہ نہ رہا

ابتو دیکھا تم نے اپنے داد خواہوں کا ہجوم ابتو آنکھیں کھل گئیں روز جزا کو دیکھ کر

قولہ یہ حکم ملحق بالسنت ہے گو نص قرآنی سے ثابت ہے اور ملحق بالسنت کو سنت سے منسوخ کیا جاتا ہے نہ نص قرآنی کو۔ **اقول**

غلط گفتی و مسروری ہالک امر معذوری غلط گفتن سزاوار است چو نتو ماہر فن را

(اولاً) ما تصدیق اسکا آج تک کسی فقیہ یا مفسر نے ملحق بالسنت تمام کر سنت سے منسوخ ہونا نہیں کہا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین (ثانیاً) سنت سے مراد اگر حدیث ہے تو فرمائیے ملحق بالآحاد ہے یا بالمشہور یا بالمتواتر اول قسمین

ملحق ماننا تو صریح کفر ہے جسے آپ بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہیں گے۔ (لان القرآن متواتر) لہذا الملحق بالمتواتر ہونا مسلم ہوگا
اب فرمایئے متواتر آحاد یا مشہور سے کس طرح منسوخ ہو۔

اگر سنت سے مراد شریعت ہے تو شرائع من قبلنا بلا انکار جزو دین ہے۔ کما ثبت وہذا ہو المراد۔

ثالثاً، الحاق کی صورت میں صریح تعارض ہے لان الالحاق کما تقول یقتضی النسخ والنص عدمہ۔

قولہ اور اگر ملحق بالکتاب ہی مانئے تو اسکا ناسخ خبر واحد ہے یہ کون کہتا ہے اسکا ناسخ متواتر ہے۔

اقول غلط ہے۔ خبر واحد ناسخ قرآن نہیں ہے۔ **قولہ** (فی الترمذی) لیس منا من تشبہ لغیرنا۔ **اقول** سہ فریاد
کہ از شش جہتم راہ بہ بستند، آں خال وخط وزلف ورخ وعارض وقامت۔ جناب اگر آپ کو تشبہ سے اس قدر نفرت
ہے تو گستاخی معاف ہو داہنے ہاتھ سے آبدست اور بائیں ہاتھ سے نوالہ بنا لیا کیجئے۔ ورنہ آمین اور تشبیہ بالسلام میں فرق
کیا ہے جو اس سے اجتناب اور اسپر عمل کیا جا رہا ہے۔ قربان جاؤں ایسی محدثیت پر۔ افسوس عمر بھر زلیخا پڑھی اور پڑھائی
مگر خبر نہ ہوئی کہ زلیخا عورت تھی یا مرد حضرت ذرا ٹٹول لیجئے کہ تشبہ باب تفعل سے ہے جسکی خاصیت تکلف ہے ورنہ حدیث
انما الاعمال بالنیات لغو ہوا جاتی ہے نیز تشبہ ممنوع ہونے کے لیئے تین شرطیں ہیں کما سیلتی ع
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قولہ کتاب اللہ سے بیٹی کا حصہ ثابت ہے مگر حضرت فاطمہ کو حسب حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
حصہ نملا۔ **اقول** جناب کہاں تک مغالطہ دہی سے کام بناتے جائیگا کہیں تو دیانت اور صداقت کو جزو عمل بنایئے۔
حدیثوں کا صفات ثلثہ یعنی آحاد و مشہور و متواتر سے شہرت پانا یہ قرون ثلثہ کے بعد سے ہے صحابہ کو اجرائے احکام
کے لیئے اتنا تیقن کافی تھا کہ یہ حدیث رسول ہے۔ چنانچہ تقرر خلافت کے نزاع میں محض روایت صدیق الائمۃ من
قریش پر جملہ صحابہ کا اتفاق ہوگیا۔ آیت میراث میں علی العموم تھا مگر معاشرین داخل تھے حدیث نحن معاشر الانبیاء
سے صحابہ کرام کا آل رسول کو مخصوص فرمانے سے آپکا مدعا کیونکر نکلا۔ بہت سے بہت زیادتی علی الکتاب ہوئی وہو
جائز لہم بای حدیث کان بخلاف سجدہ تحیہ کے کہ اسکی حرمت بعد انقضائے قرون ثلثہ کے نکالی جا رہی ہے فافترقا۔

قولہ عبث کاوش کیوں کرتے ہیں۔ **اقول** اسلیئے کہ کسی امر مباح کو حرام ثابت کرنے والے کے مقابلہ میں اباحت کو
اباحت پر باقی رکھنے کے لیئے استدلالی کاوش کرنا واجب ہے۔ نیز مدعیین حرمت کو ادعائے حرمت سے اور اہل اللہ کو ان

کے فتوئے زندقہ والحاد سے پاک رکھنا عند اللہ محمود اور مامور من الرسول ہے۔ قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ
بیدہ الحدیث وقال من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔

قولہ تمام پہلوؤں پر بحث کرکے آپکے مسئلہ سجدہ تحیت کو بالکل واضح کر دیا اور اسکی حرمت کو صاف طور سے ظاہر کر دیا۔

اقول ؎ آبحیوان اگر اینست کہ دارد لب یار + روشن ست اینکہ خضر بہرہ سرابے دارد

بیشک آپنے مسئلہ سجدہ کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ آپ کی وضاحت کے ہر پہلو میں ہمیں اباحت کے ثبوت میں گفتگو کرنے کا اچھا موقعہ ملا ہے جس سے حرمت اجتہادیہ کی سیاہی دور اور حلّت مشروعیت کا چمکتا ہوا نور برس رہا ہے۔ الحمد للہ

(**فنقول**) ممکن ہے کہ کوئی اہل اللہ برگزیدہ دربار الہام یا اپنے مافوق کے اتباع سے اس امر مباح کا عامل یا معمول بہا رہتا ہو تو ظواہر پر واجب ہے کہ ان کو اذیت ندیں اور نہ ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ چڑھائیں۔

الہام الاولیاء حجۃ فی حق انفسہم ان وافق الشریعۃ ولم یتعد الی غیرہم الا اذا اخذنا بطریق الآداب (فوائد الافئاد) بلکہ ایسے محل پر سکوت اختیار کرنا عین ادب ہے ؎ تو ندیدی گہے سلیمان را + چہ شناسی زبان مرغان را

قولہ آپ فرقہ اباحیہ باطنیہ سے ہو سکتے ہیں۔ **اقول** اسی پر مولانا نے اپنے ہم خیالوں کی دلچسپی کے لیئے ایک حکایت حکم بن ہاشم کی بھی نقل فرما دی ہے ؎

برو فسانہ مخوان و فسون مکن حافظ　　کزین فسانہ و افسوں مرا بسے یاد ست

اسکے جواب میں ہم صرف مولانا روم علیہ الرحمۃ کے چند اشعار نقل کئے دیتے ہیں اب آپ اور مولانا ہی آپس میں جانیں (مثنوی)

چونتو ذات پیر را کردی قبول　　ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

دو مبین و دو مدان و دو مخوان　　خواجہ را در خواجہ خود محو دان

گر جدا بینی ز حق این خواجہ را　　گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

پیر و حق را از احولی دو ہر کہ دید　　او مرید ست فی الحقیقت نامرید

انبیا و اولیا را حق بدان　　سر مخفی با تو کردم من عیان

در بشر روپوش آمد آفتاب　　فہم کن واللہ اعلم بالصواب ؎

رومی سخن کفر نگفتہ ست و نگوید۔ منکر مشویدش

کافر شدہ آنکس کہ بانکار برآمد۔ مردود جہان شد

قولہ (فی الشامیۃ) اختلفوا فی سجود الملئکۃ (الی) وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ۔

الحمد للہ اندیا بر سر مطلب ؎ محبت کے قصے ہیں ابجھے ہوئے + سنو بجھسے تم داستاں صاف صاف۔

اقول سنت شدہ دلہ شامی یہ ہے۔ ثم نسخ لقولہ لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا

اولاً یہ بات طے ہو چکی ہے کہ آیات سجدہ قصص ہیں۔ اور قصص قابل نسخ نہیں۔ (تفسیر احمدی میں ہے۔)

والمحققون علی انہ غیر منسوخ اذ النسخ انما یکون فی الاحکام دون الاخبار۔

اصل ہذا الکلام کان محتملاً للنسخ وانما ارتفع ہذا الاحتمال بعارض کونہ خبراً۔ (فی کشف الانوار

علی حاشیۃ الحسامی) فسجد الملئکۃ کلہم اجمعون) ہذا المثال المذکور من المفسر لا یحتمل النسخ

لانہ من قبیل الاخبارات والخبر لا یحتمل النسخ۔

(فی التوضیح) فاعلم ان الحکم اما ان لا یحتمل النسخ فی نفسہ کالاحکام العقلیۃ مثل وحدانیۃ اللہ تعالیٰ

وامثالہا وما یجری مجریہا کالامور الحسیۃ والاخبارات عن الامور الماضیۃ والحاضرۃ او المستقبلۃ

نحو فسجد الملئکۃ (و فی رسالۃ الناسخ والمنسوخ لعبد الرحمٰن بن محمد الدمشقی) الملاحقۃ بالجلالین۔

سورۃ البقرۃ وفیہا من المنسوخ احد وعشرون حکماً الحکم الاول قولہ تعالیٰ وقولوا للناس حسناً نسخ الخ

دیکھیے آیت سجدہ آدم آیات منسوخہ میں شمار نہ ہوئی۔

(وفیہا) باب فی ذکر السور التی لیس فیہا ناسخ ولا منسوخ وہی خمس واربعون سورۃ اولہن ام

الکتاب ویوسف ولیس الخ دیکھیے سورہ یوسف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ نباءً علیہ آیت وخروا لہ

سجداً غیر منسوخ ٹھیری۔ اور غیر منسوخ شریعت رسولنا ہے۔ بدلیل حسامی والقول الصحیح فیہ ان ما قص

اللہ ورسولہ منہا من غیر انکار یلزمنا علی انہ شریعۃ لرسولنا (و فی التوضیح) فنعمل بہ علی انہ شریعۃ

لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ افسوس آپکے فتوائے زندقہ نے ان۔ بزرگواروں کو بھی سلامت نہ چھوڑا ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں ۔۔۔۔۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

(ثانیاً) حدیث عائشہؓ میں جملہ فنحن احق ان نسجد لک میں ممکن ہے کہ سجدہ عبادت مراد ہو۔ جسپر حضرتؐ کا

یہ جواب اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم قرینہ ہے۔ (ثالثاً) ابتدائے اسلام کا زمانہ تہا رسول مقبول صلعم

نے ممکن ہے کہ اس خیال سے سجدہ کی اجازت نہ فرمائی ہو۔ کہ لوگ حضرت کو خدا سمجھنے لگتے۔ کیونکہ ایام جہالت کی علت

اسوقت تک لوگوں کے دلوں سے کلیتہً منتفی نہ تھی جیسے شراب کی لت چھڑانے کی غرض سے بعد نزول آیت بعض

ظروف یعنی حنتم ودبا اور نقیر ومزفت سے منع فرما دیا تہا اب وہ چیزیں بدستور معمول ہیں۔ چنانچہ ہجرت کے آٹھویں سال

عکرمہ بن ابی جہل نے اسلام لانے کے ساتھ آنحضرتؐ کو سجدہ کیا۔ آپ نے منع نہ فرمایا۔ وعکرمہ بمقابل حضرتؐ

بایستادہ وگفت یا محمدؐ این زن من میگوید کہ تو مرا امان دادہ۔ فرمود نعم امان دادہ ام۔ عکرمہ گفت اشہد ان

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمد عبدہ و رسولہ ۔ آنگاہ از شرمندگی سر در پیش افگند۔
(مدارج النبوۃ و روضۃ الاحباب) و فی الجامع الصغیر لا باس بوضع الخد بین یدی المشائخ۔
(رابعًا) صاحب درمختار حرمت سجدہ کی علت صرف تشبہ بتاتے ہیں۔ حیث قال لانہ یشبہ عبادۃ الوثن
اگران حدیثوں میں سے کوئی حدیث ان کے نزدیک ناسخ کتاب معتبر ہوتی تو کیا اسے پیش نہ فرماتے۔
اگر کہیئے کہ صاحب درمختار کے قول پر سجدہ حرام ہونا چاہیئے تو ہم کہیں گے (اولا) علت نکالکر کسی مسئلہ کی ترجیح دینا
یہ مرجحین کی شان ہے۔ صاحب درمختار ممیزین میں سے ہیں ان کی تعلیل قابل حجت نہیں۔
(ثانیا) تشبہ حرام ہونے کے لیئے تین شرطیں ہیں (اول) تشبہ امر مذموم میں ہو۔ (دوسری) تشبہ مقصود ہو
(تیسری) تشبہ ایسے امر میں ہو کہ جس کے ساتھ صلاح عباد متعلق نہ ہو۔ (فی الدر المختار) وھما بھا التشبہ
باھل الکتاب ای ان قصد فان التشبہ بھم لا یکرہ فی کل شیئ بل فی المذموم و فیما یقصد بہ
التشبہ کما فی البحر۔ (فی رد المختار) فانا ناکل ونشرب کما یفعلون۔ بحر۔ عن شرح الجامع الصغیر
لقاضی خان ویؤیدہ ما فی الذخیرۃ قبیل کتاب التحری۔ قال ھشام رایت علی ابی یوسف نعلین
مخصوفین بمسامیر فقلت اتری بھذا الحدید باسا قال لا قلت سفیان وثور بن یزید کرھا
ذلک لان فیہ تشبھا بالرھبان فقال کان رسول اللہ صلعم یلبس النعال التی لھا شعر وانھا
من لباس الرھبان۔ فقد اشار الی ان صورۃ المشابھۃ فیما تعلق بہ صلاح العباد لا یضر
فان الارض مما لا یمکن قطع المسافۃ البعیدۃ فیھا الا بھذا النوع انتھی سجدہ تحیہ میں شروط ثلثہ منتفی
ہیں۔ کیونکہ سجدہ تحیہ امر مذموم نہیں بلکہ مشروع اور مامور بہ ہے جو حسن لذاتہ کو مقتضی ہے۔ (دوسرے) ساجدین
تحیہ کو تذلل اور تواضع مقصود ہوتا ہے۔ نہ تشبہ اور تواضع طریقت کا جز و اعظم ہے۔
او صلاح عباد بھی ہمیں ہے کیونکہ تذلل اور تواضع سے کبر و انانیت نفس سے نکل جاتی ہے پھر خصائل رذیلہ سے متنفر
ہو کر نفس تحصیل کمالات اخروی کی طرف مایل ہو جاتا ہے۔ وھذا ھو المقصود فی الدین۔ (مثنوی)

نفس را نکشد بغیر ظل پیر ۔۔۔ دامن آں نفس کش را سخت گیر

بر آستانہ میخانہ ھر کہ یافت رہے ۔۔۔ ز فیض بادہ کہ معلوم نیست نیت او

(خامسًا) بر تقدیر نسخ حدیث میں لفظ امر کی تکرار ہے اور امر کی حقیقت ایجاب ہے معنی یہ ہوا۔ کوا دجیت کا ہو حیث
علی المراءۃ۔ عدم امر سے رفع وجوب ہوا اور رفع وجوب مستلزم رفع جواز کا نہیں ہے کما ثبت سابقًا

چلیے جھگڑا چھوڑتے ہیں ایک ہی بات پر آپ ہم سے اتفاق کرلیں تو وہی فیصلہ ہے۔ بس چھٹی ہوگئی ؎

چہ حاجت ست بشمشیر قتل عاشق را — کہ نیم جان مرا یک کرشمہ بس باشد

فرمایئے تو جناب۔ کہ فرشتے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے پر کیوں مامور ہوئے تھے۔ اسیلئے نا کہ شرافت معلمیت آدمؑ میں اور رتبہ متعلمیت فرشتوں میں تھا کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ قال یا آدم انبئهم باسمائهم فلما انبأهم باسمائهم (فی تفسیر علامۃ ابی السعود) امروا بالسجود لہ علیہ السلام علی وجہ التحیۃ والتکرمۃ تعظیما لہ واعترافا بفضلہ واداء لحق التعلیم واعتذارا عما وقع منهم فی شانہ (وفی البیضاوی) واسجدوا لآدم۔ لما انبأهم باسماء وعلمهم ما لم یعلموا امرهم بالسجود لہ اعترافا بفضلہ واداء لحقہ واعتذارا عما قالوا فیہ جب اتنی بات ثابت ہوئی تو اتنی اور ضرور تسلیم کئے بغیر نہ رہیں گے کہ ایک شئی کا عین حکم دوسری شئی میں متعدی ہوتا ہے۔ جب اول کی علت ثانی میں موجود ہوجاتی ہے۔ جیسے حرمت افیون وغیرہ بعلت سکر۔ اسی قیاس سے ذرا سجدہ تحیہ کے حکم کو بھی اگر ان اہل اللہ کی طرف جو علت معلمیت سے ہمہ تن متصف رہتے ہیں۔ پھیلنے دیجیگا تو کیا قباحت ہے۔

در فتاوی عزیزیہ) ست بہر حال چون ملائکہ در مقابلہ حق تعلیم اسمار کہ از حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام نسبت بایشان واقع شدہ بود مامور باین نوع تحیہ شدند۔ ودیگر متعلمان ومسترشدان بطریق اولی نسبت معلمان ومرشدان خود مامور شوند قیاسا جلیا۔

اور مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ کا قول طریقت میں معتبر ہے۔ جیسے ائمہ کے اقوال شریعت میں شمس العارفین صفحہ ۴۱ میں ہے۔ جیسا کہ علم احکام جوارح کے مجتہد حضرت امام ابو حنیفہ وحضرت امام شافعی وغیرہ ہیں۔ ایسا ہی باطنیہ مسایل جو علاقہ تصوف سے رکھتے ہیں (الی) طبقہ اول اور طبقہ دوم اور طبقہ سوم مولانا شاہ عبد العزیزؒ خاتم المحدثین دہلوی تک ان لوگوں کے قول فن تصوف میں حجت ہیں۔ اور ان ہی لوگوں کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے۔ فافہم

آدمی چون نور گیرد از خدا — ہست مسجود ملایک ز اجتبا

گر نبودے نور حق اندر وجود (مثنوی) — آب وگل را کی ملک کردی سجود

ابلہان تعظیم مسجد می کنند — بر جفائے اہل دل جدی کنند

آن مجاز ست این حقیقت ای خران — نیست مسجد جز درون سروران

مسجدے کو اندرون اولیاست — سجدہ گاہ جملہ ہست آنجا خدا ست

فاقتصرت علی ہذا القدر والقطرۃ تنبئ عن البحر۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

قولہ اگر شائق سے ہیں تو حضرت غوث الثقلین کے قول سے استدلال کیجئے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے اجعل الکتاب والسنۃ امامک۔ **اقول** علی الراس والعین ہے اور یہی اہل اللہ کا طریقہ ہے کو ظواہران کے سر سے واقف نہوں مگر پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تو نفرمایا کہ سنت سے کتاب اللہ کے حکم کو اڑادو جیسے آپ حضرات کا شیوہ ہے مولنا جو کچھ فرمایئے ذرا سوچ سمجھ کے تو فرمایا کیجئے۔

قولہ اقول سجدہ تحیہ کے متعلق امر حق بحمد اللہ ظاہر ہوگیا۔ **اقول** اب بحمد اللہ بیشک ظاہر ہوگیا ؎

شہرہ تھا کہ ہے خنجر قاتل میں بہت آب — دم سوکھ گیا اس کا مری تشنہ لبی سے

اب ہم مولنا سے بصد ادب گذارش کرتے ہیں کہ مضمون الکویہ اذا وعد وفا اپنے رسالہ کے صفحہ کی تحریر وہو ہذا قصہ آدم ویوسف علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام سے استدلال کرنے میں دس امور تنقیح طلب ہیں اگر شاہ صاحب منقح کردیں تو ان کا مدعا ثابت ہوسکتا ہے ، کے بموجب اس رسالہ کو بنظر انصاف از اول تا آخر ملاحظہ فرمانے کے ساتھ ساتھ اباحت سجدہ تحیہ کو دیانت سے مانکر زندقہ والحاد کے کڑا حکم لگانے کو واپس فرمالیں ورنہ ؎

گر یہی ہے باغ عالم کی ہوا — شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی

غناء

بیا تا وصف رندان بیانگ چنگ می نوشیم — کہ ساز شرع زین افسانہ بے قانون نخواہد شد

مولنا نے بزعم خود سجدہ تحیہ کا سنگین قلعہ فتح فرما کر پھر وہی چال سے حرمت غنار کے اثبات کیطرف توجہ فرمائی ہے

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم — بیداد لطیفان ہمہ لطف ست وکرامت

چونکہ مولنا نے مسئلہ غنار میں چنداں استدلالی گفتگو نہیں کی ہے اسلئے ہم بھی سادے جملوں میں انکی دلیلوں کی تردید کرنے کے ساتھ حلت غنار کی چند دلیلیں بطور نمونہ پیش کئے دیتے ہیں اب مولنا خود انصاف فرمالینگے مولنا کی طبیعت تو عدل پسند ہی ہے ؎

کم کنم شکوہ اگر تاب شنیدن داری — سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

قولہ رقص وغنا کی حلت میں قرآن میں تو کوئی دلیل نہیں۔ **اقول** اسی طرح حرمت کی بھی کوئی دلیل قرآن میں

نہیں ہے پس بقاعدہ الاصل فی الشیئ الاباحۃ رقص وغنا بھی حلال رہا۔

قولہ البتہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ہے۔

اقول وہم چنیں آیات قرآنی اگرچہ تفسیر کردہ اند آنرا بعض مفسرین بچیزیکہ دلالت می کند بر حرمت غنا۔ اما آنرا تاویلات ومحامل دیگرہم ہست کہ ذکر کردہ اند غیر ایشان از علماء وچوں ثابت نہ گردد حرمت ثابت شود حلت واباحت بدلالت قول وی تعالیٰ واحل لکم الطیبات (مدارج النبوۃ)

اسکے بعد مولانا نے ایک حدیث بخاری کی اور ایک حدیث ترمذی کی نقل فرمائی ہے اسکے متعلق عرض ہے

دوم طریقہ محدثین ست وایشان میگویند کہ ثابت نشدہ ست در تحریم آن حدیث صحیح ونص صریح بلکہ ہرچہ وارد شدہ ست درین باب از احادیث یا موضوع ست یا مطعون (مدارج النبوۃ)

قولہ جبتی مغنی اور قاصہ اور فاحشہ عورتیں ہیں سب خدارسیدہ ہیں۔

اقول مولانا محدث تو تھے مگر حدیث انما الاعمال بالنیات سے چشم پوشی فرماکر اجتہاد عمدہ فرمایا ہے بمولٰنا تسلیم فرمادیجئے کہ ریا کی نماز مقبول نہیں ہے بلکہ معذب علیہا ہے حالانکہ نماز بنفسہا امر حسن اور ماموربہا تھی مگر نیت کے فتور سے مردود رہی۔ ع شیر قالین اور ہے شیر نیستان اور ہے۔

اسکے بعد مولانا نے باعث محبت اتباع رسول کو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی سے استدلال فرمایا ہے بیشک درست ہے ؎

خلاف پیمبر کسی رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پھر وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا کو بھی مولانا نے ذکر فرمایا ہے اب مولانا کو ہم ایشان رسول یاد دلاتے ہیں شاید ذہول ہو چکا ہے۔

فی البخاری عن عایشۃ قالت دخل علی النبی صلعم وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجھہ ودخل ابوبکر فانتھرنی وقال مزمارۃ الشیطان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ فقال دعھما الخ

وعن عایشۃ رضی اللہ عنہا قالت زفت امرأۃ الی رجل من الانصار فقال نبی اللہ صلعم ما کان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو (رواہ البخاری)

قولہ (ھدایۃ) دلت المسئلۃ علی ان الملاہی کلھا حرام حتی تغنی بضرب القضیب۔

اقول قال اللہ تعالیٰ انما الحیوۃ الدنیا لھو ولعب مولانا فرماویں کہ دنیا کی زندگی حرام ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو کیوں خدائے پاک نے تو اسے لہو و لعب فرمایا ہے اور بقول آپکے کل لہو و لعب حرام ہے

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں — مجھ سے کہاں چھپیں گے ایسے کہاں کے ہیں

مولانا کو اب تک مسلک فقہاء سے خبر نہیں ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کس درجہ پر ہیں۔

در اینجا سہ طریقہ است یکے مذہب فقہاء است و ایشان انکار می کنند اشد انکار و سالک می کنند مسلک تعنت و غلو

و الحاق میکنند فعل آنرا بذنوب و کبائر و اعتقاد آنرا بہ کفر و زندقہ و الحاد و این افراط است و خروج است از طریق

اعتدال و انصاف و ہمی باید بر آن جرأت کردن خصوصاً در موضع خلاف (مدارج النبوۃ)

مولانا کی مزید تشفی کے لیے امام اعظم علیہ الرحمۃ کی سماعت غنا اور صحابہ و تابعین کی سماعت و اقوال قدرے از کثیر نقل کئے دیتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر مولانا اور ان کا متبعین و حواشی نشینان زندقہ و الحاد کے کرد حکم لگانے سے آئندہ کے لیے توبہ فرمائیں گے

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے — ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

عن ابی عمر الاندلسی ان عبد اللہ بن عمر دخل علی ابن جعفر فوجد عندہ جاریۃ فی حجرھا عود ثم قال لابن عمر ھل تری بذلک باساً قال لا باس بھذا (کذا فی العقد) (و فی الاحیاء) و اما ابو حنیفۃ فحکی ابن قتیبۃ و غیرہ عنہ انہ کان لہ جار و کان فی کل لیلۃ یغنی و کان الامام یستمع الیہ (و فی الکشف) بما کان ابو یوسف بن ابراھیم یحضر مجلس الرشید و یکون فیہ الغناء فیستمعہ و یبکی و ذکر عندہ مسئلۃ الغناء فذکر قصۃ جار ابی حنیفۃ الی آخرھا۔ (اسی طرح مدارج النبوۃ میں بھی ہے)

و روایت کردہ شدہ است غنا و سماع آن از جماعۂ کثیر از اکابر صحابہ کہ در ایشان چندے از عشرۂ مبشرہ اند و جم غفیر از تابعین و تبع تابعین و اتباع تبع و دیگر علمائے محدثین و علمائے دین کہ از ارباب زہد و تقوی و علم و عبادت بودہ اند۔ اما عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سماع غنا از وی مستفیض و مشہور است۔ و نقل کردہ اند سماع آنرا از عبد اللہ بن الزبیر و معاویۃ بن ابی سفیان و عمرو بن العاص و حسان بن ثابت۔ و از غیر صحابہ عبد الرحمن بن حسان و خارجہ بن زید کہ از فقہائے سبعہ مدینہ است و نقل کردہ است استاد ابو منصور از زہری و سعید بن مسیب و عطاء بن ابی رباح و شعبی و عبد اللہ بن ابی عتیق و اکثر فقہائے مدینہ مطہرہ۔ و حکایت کردہ است خلیفہ عبد العزیز بن ماجشون کہ وی رخصت میکرد در عود۔ و حکایت کردہ است ابن سمعانی از طاؤس و حکایت کردہ است از ائمہ

بن سعد کہ وے آمد بر رشید گفت (ادینا العود) پس گفت رشید عود المجمر ام عود المزہر قال لا بل عود المزہر پس
طلبید رشید عود و بنواخت آن را ابراہیم بن سعد و فتوی داد با باحت غنا و عود۔ و نقل کردہ ست فاکہی در تاریخ
مکہ معظمہ از موسی بن المعنزۃ الجمحی کہ خواندی عطاء بن ابی رباح را پس در آمد و بود ند در اینجا قومی کہ میزدند عود را
و تغنی میکردند چون دیدند عطاء را کہ در آمد باز ماندند از ان پس گفت نمی نشینم تا عود نکنید باینچہ میکردند پس نشست
و تغذی کرد۔ و صاحب امتاع ہمیں عود را اصل ساختہ و مزامیر دیگر را بران قیاس کردہ۔

و ہم چنین سالم بن عبد اللہ بن عمر و قاضی شریح می شنید غنا از کنیزکان با جلالت قدر و کبر سن وی۔ و سعید بن جبیر
از اکابر تابعین ست شنید از جاریہ کہ تغنی میکرد و دف میزد۔ و ہم چنین عبد الملک بن جریج کہ از علماء و حفاظ و فقہا
عباد کہ اجماع ست بر عدالت و جلالت وی کہ می شنید غنا را و سید السنت الجان را۔ و ابراہیم بن سعد مروے بود
امام عصر خود در فقہ و روایت نمی شنوانید طلبہ را حدیث تا نمی شنوانید ایشان را غنا و فتوی داد در مجلس رشید
بتحلیل غنا۔ و پرسیدہ می شد از مالک از سماع پس گفت در نیافتم اہل علم را در بلاد خود کہ منکر نیستند آن را
و گفت منکر نمی شود مگر عامی یا جاہل یا عراقی غلیظ الطبع۔

و حکایت کردہ اند از داؤد طائی کہ وی حاضر می شد در استماع و استغنا می شد پشت او در سماع بعد از انکہ منحنی شدہ
بود از کبر سن و بود وی رحمۃ اللہ علیہ عالم فقیہ حنفی تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رح

من شاء الاطلاع علی تمام ھذہ الاقوال المنقولۃ فلیرجع الی مدارج النبوۃ للشیخ عبد الحق
الدھلویۃ۔ اس کے بعد کچھ فقہ کی دلیلیں پیش کیے دیتے ہیں۔

(فی رد المحتار) قال فی التتارخانیۃ قراۃ الاشعار ان لم یکن فیھا ذکر الفسق والغلام و نحوہ لا
تکرہ (و فی الظھیریۃ) قیل معنی الکراھۃ فی الشعر ان یشتغل الانسان عن الذکر والقراۃ والا فلا
باس بہ وقال فی تبیین المحارم واعلم ان ما کان حراما من الشعر ما فیہ فحش او ھجو مسلم او
کذب علی اللہ تعالیٰ (و فی البحر الرائق) ان الامام السرخسی قد جوزہ فی العرس و عند ذی الثواب
و عند حصول رقۃ قلوب عباد اللہ المرضیۃ۔ کذا فی الکشف و فی الخزانۃ والکافی عوضۃ الفنا
و غیرہ مقید باللھو فما یکون بغیر اللھو بل لغرض الدین کما فی العرس والولیمۃ واستعداد الغزاۃ
والقافلۃ و لحصول رقۃ قلوب عباد اللہ المرضیۃ عند اللہ تعالیٰ لا تکون حراما علی مذھب الحنفیۃ
(و فی رد المحتار) و ھذا یفید ان الۃ اللھو لیست محرمۃ لعینھا بل بقصد اللھو منھا او من سامعھا

او من المشتغل بهما به تشعر الاضافة الى اشترى ان ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امور اهم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كي لا يحرم بركاتهم فانهم السادات الاخيار امدنا الله بامدادتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم۔

روفي الاجتماع) ان السماع يتصل به رقة القلب والخشوع واثارة شوق لقاء الله تعالى والخوف من سخطه وغضبه وما يقضى الى ذلك قربته واذا كان السماع هكذا فكيف يكون فيه شائبة اللهو والهواء۔ وقال الشيخ شهاب الدين السهروردي (في العوارف) السماع يستجلب الرحمة من الله الكريم۔

ورد في الايضاح الدلالات) واما اذا كان من اهل المعرفة والشرح ولا تخلو الارض منهم في كل زمان الى يوم القيامة وان انكرتهم اهل الغفلة لانطماس البصائر وفقد اليقين من القلوب فيصير السماع في حقهم مستحبا يثاب عليه لاستفادتهم منه الحقائق الالهية والمعارف الربانية وفهمهم به المعاني المتجلية۔

وقال القاضي ثناء الله الفاني فتي في رسالة السماع۔ که چون دف باتفاق حلال ست میان دف و طبل و طنبوره و دیگر آلات سماع چه فرق ست برائے غرض صحیح همه حلال اند ورنه همه حرام انتهی۔

ورفي الاحياء) البليد الجامد القاسي القلب المحروم عن لذة السماع يتعجب من التذاذ المستمع ووجده واضطرابه وتغير لونه تعجب البهيمة من لذة اللوزنيج وتعجب العنين من لذة المباشرة۔

وفي الفتاوى عالمگیری کتاب الكراهة) ومن كان له قلب رقيق اذا سمع كلمة توافقه على امر هو فيه ربما يغشى على عقله فيقوم من غير اختيار وتخرج حركات منه بغير اختياره وذلك مما لا يستبعد ان يكون مجازا مما لا يؤاخذ به وكلا يظن المشائخ انهم فعلوا مثل ما يفعل اهل زماننا من اهل الفسق الخ كذا في جواهر الفتاوى۔

ما في التواجد ان حققت من حرج | ولا التمايل ان اخلصت من باس
فقمت تسعى على رجل وحق لمن | دعاه مولاه ان يسعى على الراس

(قطعه)

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو | ورنه طاعت کے لیئے کروبیان کچھ کم نه تھے
فهم ہے جسکو وہ سمجھے یہ کلام | بس سخن کوتاه کردم والسلام

تاریخ از مصنف فازہ اللہ تعالیٰ علیٰ مرامہ

منقح کے جلوے سے روشن ہوا — جو تنقیح میں داغ اور ورنج ہے
کہو سید اب مصرع سال طبع — سجود تحیہ نہیں نسخ ہے

۱۳۳۶ھ

(وایضاً منہ)

گل طریقت کھلا ہے کہدے صبا تو باغ جہاں میں ہر سو
مگر حفاظت کو ایک دلبر جوان رعنا کھڑا ہے کہدے

نظر اٹھا کر جو دیکھے اسکی طرف کسی کی مجال کیا ہے
کہ بس سزا وار سجدہ الحق وہ صورت حق نما ہے کہدے

ہے سبز اکھل میں وہ گل تر اُسی سے کونین ہیں معطر
محافظ اس کا شہ جہانگیر قطب ہے یہ پتا کہدے

کسی کو اُس گل کی آرزو ہو تو آئے با صد ادب یہاں پر
جُھکائے سرکو قدم پر اسکے یہ طرز آداب کا ہی کہدے

ہوئی مجھے فکر سال طبع منقحات النقیہ سید
تو ہاتف غیب نے پکارا غنا سجدہ روا ہے کہدے

۱۳۳۶ھ

قطعہ تاریخ از جانب حافظ مقبول احمد صاحب کوکب بنارسی

جناب مولوی سید احمد — غلام حضرت شاہ جہانگیرؒ
پئے تعظیم شیخ و پیر کامل — جواز سجدہ کردہ ضبط تحریر
جواز سجدہ ثابت کرد الحق — بخوش اسلوبی و حسن تقاریر
بلے در شرع دیں سجدہ دو قسم است — عبادت ہم تحیت بر دو تقدیر

یکے بہر عبادت یک تحیت — کہ نیت کرد حکم ہر دو تفسیر
عبودیت لغیر اللہ حرام است — تحیت جائز اند فقہ و تفسیر
تحیت جائے تسلیم و سلام است — پس این سجدہ نباشد و تکفیر
صنم مسجود نبود شرط آنیست — اگرچہ سجدہ باشد بہر توقیر
چہ باک از ناشناسانِ حقیقت — یکے بینند پشت و روئے تصویر
نمی بینی بآثار و احادیث — سجود غیر بے تاویل و تعبیر
بحکم حق بود مسجود آدمؑ — بہ نصّ قطعی قرآنست تسطیر
بقرآن آیہ خرّوا لہ خوان — سجود پیش یوسف یاو برگیر
مپرس از عاشقانِ حق کہ ایشان — ہمی بینند حق در صورتِ پیر
جمالِ حق چو گردد آشکارا — سجود ماندن نباشد سمت تدبیر
روا باشد چہ سر از جان فشانند — کہ باشد سجدۂ ای نا سزا تنویر
چہ شد احوالِ موسیٰ بر سر طور — تجلّیِ خدا کردہ چہ تاثیر
چہ خوش گفتہ جنابِ شیخ جامیؒ — کہ بود از عالمان و کاملان میر
کمانِ عشق ہر جا کہ فگندہ تیر — سپر داری نباشد کار تدبیر
چو لطفِ حق نوازد بندہ را — کنندش خلق از جان عزّ و توقیر
زیارت میکنند و سجدہ ریزند — بہ محبوبی او باشند تسخیر
دلِ عالم بروئے او گرایند — بود جان در کمند زلف نخچیر
چہ سجدہ سالکانِ عالمِ قدس — روند از سر بمنزلگاہ تطہیر
چو در تحقیقِ سجدہ کرد تالیف — کتابے خوب آن علّام تحریر
مرا شد فکرِ سالِ انطباعش — درون گوشۂ خاطر فراگیر

ندا زد ہاتفِ غیبی کہ کوکب
مرید از امت نیکو سجدہ پیر

سنہ
۱۳۳۶

ومنہ

سید احمد فاضل خوش رسالہ بنوشت — گوہر معانیہا در جواز سجدہ سفت
سال طبع او کوکب از بشارت ہاتف — پیر را بود جائز سجدۂ تحیۃ گفت

۱۳ ـ ۳۶

از جناب نواب میرزا سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی جاگیر دار لوہارو

محترم مولوی ای سید احمد موسوم — پیر و شاہ جہانگیر حقیقت آگاہ
یکہ تازیست بمیدان طریقت بصفا — حق شناسیست بافضال و باکرام الہ
جادۂ شرع گرفتست و سلوکش جاری — یافت گامش نہ سوی رنجہ بالغز براہ
ہادی اہل طریقت باداب کمال — ورقی چند نوشتست مسمی بجانگاہ
سجدہ موضوع کتابست و جوازش پیش پیر — از مریدان ختم سر جرم نباشد نہ گناہ
ادب آموز مریدان عقیدتمندان — تا بہ تمت نگمان باشی کہ سرہم اللہ
آری آری دل ہر اہل ارادت مائل — بہر پابوس شیوخ خود و سوی درگاہ
مفتیان ہیچ ندانند سجود عظمت — این نہ کفرست نہ شرک است نہ تقصیر و گناہ
آن نہ بد سجدہ کہ در پیش جناب یوسف — اہل کنعان بنمودند قرآن ست گواہ
آن نہ بد سجدہ کہ شیطان ز روا داشت ورا — طوق لعنت بگلو کرد ز طاعت اکراہ
مختصر اینکہ بود سجدۂ طاعت دیگر — این دگر ہست مکن نامۂ اعمال سیاہ
شکر کن شکر پی سید احمد سائل — کو نمود است درین مسئلہ بس ژرف نگاہ
فکر تاریخ درین بارہ اگر مقصد تست — رنجۂ عقد انامل کندت زین آگاہ
سال طبع ست ہم از جزو دیگر بیت — سجدۂ پیر روا گشت ازین والا جاہ

۱۳ ـ ۳۶

غزل معہ تاریخ

(از حضرت مولانا حکیم سکندر شاہ صاحب مقیم ناسک)

یار کب بھولا ہمارا اسکو بھولیں کسطرح
جان و ایمان سے ہے پیارا اسکو بھولیں کسطرح

سہو و نسیان کچھ نہیں ہے ذات پاک یار میں
بھول کا ہو کب گذارا اسکو بھولیں کسطرح

خواب میں ہم اور دیکھا یا عبادی کی صدا
جس نے بندے کو پکارا اسکو بھولیں کسطرح

فہم و عقل و معرفت ہم کو دیا اُس یار نے
جان و تن اس منعم پہ وارا اسکو بھولیں کس طرح

نیند بھاتی ہی نہیں اُس فتنۂ بیدار کو
دا دل اس کا نظارا اسکو بھولیں کس طرح

عشق بڑھتا ہے صدائے نازنیں سے دمبدم
نغمہ وہ خوش لحن پیارا اسکو بھولیں کس طرح

یاد ہم اسکی نہ بھولے اور بھولے اپنی یاد
حسن ہے جس کا دلارا اسکو بھولیں کس طرح

بھولنے ناصحا یاد اسکی ہوتی ہے سوا
ہے وہ جانِ جاں ہمارا اسکو بھولیں کس طرح

قوتِ دل راحت جان ہے وہ منظورِ نظر
اسکی صورت ہے دلارا اسکو بھولیں کس طرح

ہے تواضع جان و دل سے دردِ عشقِ یار کی
گھر میں ہے مہماں ہمارا اسکو بھولیں کس طرح

نغمۂ مست الست آتا ہے کانوں میں ابھی
ہے رگِ جاں میں اشارا اسکو بھولیں کس طرح

یاد ابرو سے ہرے ہوتے ہیں اپنے زخم دل
ہم کہیں کس سے خدارا اسکو بھولیں کس طرح

نیچی نظروں سے دل و جاں کی خبر لیتے ہیں وہ
اُسکے غمزوں سے اشارا اسکو بھولیں کس طرح

سرزنش کا ہے نیا انداز پلکوں نے تری
کر دیا دل پارہ پارہ اسکو بھولیں کس طرح

کس طرح ہم وصل سے اسکے ہوں سرشار و کام
ہجر کی تیغ نے مارا اسکو بھولیں کس طرح

امتثالِ امرِ سلطان ہے غلاموں پر ضرور
بندے کو کب اس سے چارا اسکو بھولیں کس طرح

شکر حضرت کا ازل سے میں ہوا حلقہ بگوش
عہد و پیماں ہے دوبارا اسکو بھولیں کس طرح

ہے درِ شاہ جہانگیر آج اے دل ہر پیا
بے سہاروں کا سہارا اسکو بھولیں کس طرح

کیا جوازِ سجدۂ تعظیم میں نسخہ چھپا
یا مشتاقین دلارا اسکو بھولیں کس طرح

مولانا ہم نے سر دل سے لکھی تاریخ طبع
سجدۂ مرشد ہے پیارا اسکو بھولیں کس طرح

۱۳۴۶ھ

خواجہ عبدالقدیر صاحب زہر کاشمیری - از بنارس

بحث ہے سجدۂ تعظیم میں یا رو بیکار — ہے ہر اک سجدہ کہاں سجدۂ رب معبود

کیوں فرشتوں کو ہوا حکم خدا سجدے کا — کیوں ہوئے پیش خدا حضرت آدم مسجود

شرک ہوتا اگر انسان کو سجدہ کرنا — حکم اللہ نہ دیتا کہ وہ خود تھا معبود

تھا شرف حضرت انساں کا ہویدا کرنا — اور اس فعل سے تعلیم ادب تھی مقصود

جو مؤدب ہیں وہ جھکتے ہیں بزرگوں کے حضور — بے ادب ہوتے ہیں درگاہ خدا سے مردود

تم کو دعوی مسلمانی ہے لیکن افسوس — تم میں اسلام کی باتیں نہیں مطلق موجود

صرف اسلام زبانی پہ مرے جاتے ہو — دل سے ہی دور شریعت تو طریقت مفقود

ہم مسلمان ہیں پیروں کا ادب کرتے ہیں — ہم کو دعوی خدائی نہیں مثل نمرود

سجدۂ پیر کو میں جان سے رکھتا ہوں عزیز — اس سے دارین میں ہوتی ہے فلاح و بہبود

یوں لکھا حضرت حافظؒ نے پئے سجدۂ پیر — جس سے اے زہر ترا ہوتا ہے حاصل مقصود

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

مولوی سید احمدؒ نے لکھی خوب کتاب — غیر حق کے لئے جسمیں کہ ہے تحقیق سجود

اس رسالہ میں ہوا سجدۂ تعظیم شیوخ — خوب ثابت بطفیل کرم رب ودود

میں نے بھی مصرع تاریخ اشاعت لکھا

سجدۂ پیر ہے صد قرب نشان مقصود

۱۳۳۶ھ